استبقوا الخیرات

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ خالد ربوہ

جولائی ۱۹۶۶

* مدیران *
رفیق احمد ثاقب
محمد شفیق قیصر
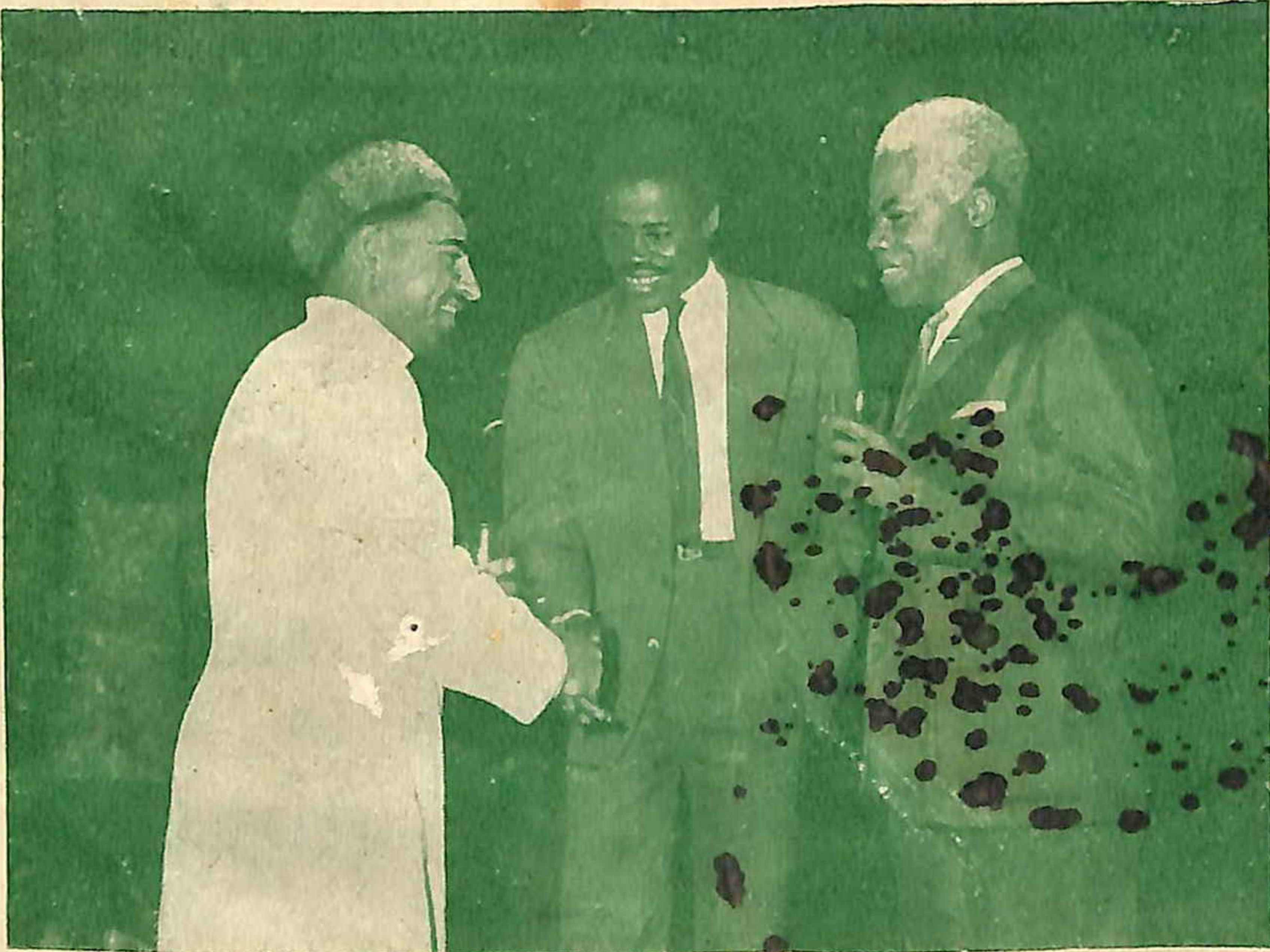
مکرم قاضی مبارک احمد صاحب سابق مبلغ ٹوگو، ٹوگو کے وزیر خارجہ اور نیشنل اسمبلی کے صدر کو اسلام کا پیغام پہنچا رہے ہیں۔ ٹوگو سے متعلق قاضی صاحب کا مضمون اندر ملاحظہ فرمائیں۔

فی پرچہ ۶۲ پیسے
قیمت سالانہ چھ روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اِستَبِقُوا الْخَیْرَاتِ

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"

(المصلح الموعودؓ)

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

خالد

جلد ۱۳ — شمارہ ۹

وفا ۱۳۴۵ ہش ؛ ۱۱ ربیع الثانی سنہ ۱۳۸۶ھ

جولائی سنہ ۱۹۶۶ء

مدیران

رفیق احمد ثاقب ؛ محمد شفیق قیصر

نائب

مرزا مغفور احمد

(سید عبدالباسط پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر ماہنامہ خالد دارالصدر جنوبی ربوہ سے شائع کیا)

ترتیب

مضمون	مصنف	صفحہ
اداریہ	ادارہ	۳
معارف القرآن	از حضرت صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب	۵
احادیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم	ادارہ	۷
ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام	..	۸
نماز باجماعت کی اہمیت	حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۹
قائدین مجلس خدام الاحمدیہ سے خطاب	صدر محترم مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ	۱۳
بہارِ رحمت	مکرم ملک عبدالماجد صاحب شمس - لاہور	۱۹
غزل	مکرم ماسٹر محمد ابراہیم صاحب شاد	۲۴
علم حدیث اور اس کا مختصر تعارف	(م - ش - ق)	۲۵
نہ مٹا سکیگا ہرگز ہمیں اب کبھی زمانہ (نظم)	الحاج مولانا محمد صدیق صاحب امرتسری سنگاپور	۲۷
بخل ـــ ایک مکروہ بیماری!	عبدالوہاب احمد صاحب متعلم جامعہ احمدیہ ربوہ	۲۹
ٹوگو	مکرم قاضی مبارک احمد صاحب شاہد ایم - اے	۳۵
گورنمنٹ انجنیئرنگ سکول - رسولی	" محمد افضل صاحب طاہر	۳۸
دید و شنید	(مختلف لکھنے والے)	۴۱
نوائے آگہی (نظم)	جناب رآمن ایاسینی	۴۳
مسائل اور مشورے	(مختلف سوال اور ان کے جواب)	۴۴
معالج اور مریضوں کے لیے ایک مشورہ	ادارہ	۴۵

جستہ جستہ

۱۔ احمدی طلباء کی خدمت میں!

یکم جولائی سے سکولوں اور کالجوں میں گرمیوں کی تعطیلات ہو رہی ہیں۔ تعطیلات کے ایام میں جہاں آپ اپنے نصاب کی کتب کی طرف توجہ دیں وہاں دینی کتب کے مطالعہ کے لئے بھی وقت نکالیں۔

قرآن کریم، احادیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطالعہ کے ساتھ ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے مقدس خلفاء کی کتب کے مطالعہ کی طرف بھی خصوصی توجہ دیں۔

فی زمانہ علم کو "روٹی" کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ یہ کوئی اعلیٰ مقصد نہیں۔ احمدی نوجوانوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ علم تو خدا تعالیٰ کی معرفت کا زینہ ہے۔ اس لحاظ سے ہمارا فرض ہے کہ ہم علم کے اس پہلو کو ہمیشہ اپنے پیش نظر رکھیں اور نیکی، خدا ترسی اور مخلوقِ خدا کی خدمت کو اپنا شعار بنائیں اور علم کو "خدمتِ دین کا ایک وسیلہ اور ذریعہ" سمجھ کر حاصل کریں اور اس بارہ میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس ارشاد کو بھی مدنظر رکھیں۔ حضور بڑے درد سے فرماتے ہیں:۔

"عموماً سب پڑھنے والے اپنی دنیا کے لئے مر رہے ہیں اور اُس کتّے کی مانند ہیں جو ایک دفن کئے ہوئے مُردار کی مٹی اپنے پَیروں سے کھودتا ہے اور جب وہ مُردار ننگا ہو جاتا ہے تو اُسے کھاتا ہے۔ اسی طرح ان پڑھنے والوں میں سے بڑا گروہ تو ایسا ہی ہے کہ اس مُردار کی تلاش میں ہیں اور جب وہ مُردار اُنہیں مل گیا تو پھر ہم کہاں اور وہ کہاں؟ آخر انہی باپوں کے فرزند ہیں جنہوں نے دنیا کو قبول کر رکھا ہے۔ کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ دنیا کو تین طلاق بھیج کر ہماری راہ پر چلیں گے اور ہمارے سلسلہ کے لئے اپنی عمریں وقف کر دیں گے۔ یہ بالکل جھوٹ ہے، ہمارا کانشنس ہرگز اس بات کو قبول نہیں کرتا بلکہ اکثر لڑکے اپنی دنیا کے لئے مرتے ہیں۔ اور جب اس قدر کوئی ڈگری حاصل کر لیں گے کہ جس سے وہ نوکر ہو سکیں تب وہ فی الفور روحانی تناسخ کو قبول کر کے ایک اَور جُون میں آجائیں گے۔ بھلا جوشِ جوانی کی ہزاروں ظلمتوں اور جذبات سے باہر آنا سہل بات ہے؟ یا ہر ایک کا کام ہے؟ نہیں بلکہ نہایت مشکل ہے۔ لیکن میری اُمیدیں اُن غریبوں پر بہت ہیں جو نہ بی۔ اے بننا چاہتے ہیں اور نہ ایم۔ اے بلکہ بقدرِ کفایت معاش دُنیا اختیار کرتے ہیں اور اُن کے دلوں میں ہر دم یہ خلش ہے کہ کسی طرح ہم نیک انسان بن جائیں۔"

(اشتہار "لنگر خانہ کے انتظام کے لئے" ۵ مارچ ۱۹۰۲ء)

۲- قارئینِ خالد کی توجّہ کے لئے

سنہ ۱۹۵۴ء کے سالانہ اجتماع کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خدام کو خطاب کرتے ہوئے خالد کے بارہ میں فرمایا تھا:۔

"اگر اپنے رسالہ کو ترقی دینا چاہتے ہو تو اس کی کوئی نہ کوئی حیثیت بناؤ۔ یا تو اسے ایسا شاندار علمی پرچہ بناؤ کہ ہر خادم یہ سمجھے کہ اگر مَیں نے ایسا قیمتی رسالہ نہ خریدا تو علم سے محروم ہو جاؤں گا۔ اور یا پھر اس رسالہ کو عالمگیر حیثیت دو۔ اور ہر شخص سے کہو کہ وہ اِس رسالہ میں کچھ نہ کچھ ضرور لکھے۔ چاہے کوئی سوال ہی ہو۔ اگر تم اِس رسالہ کو ایسی شکل دیدو کہ ہر نوجوان اس کو اپنا رسالہ سمجھے۔ کوئی سوال بھیج رہا ہو کوئی سوال کا جواب بھجوا رہا ہو۔ کوئی اپنی مشکلات کا ذکر کر رہا ہو تو انہیں یہ رسالہ اس طرح معلوم ہو گا جس طرح گھر کے سب افراد مل کر بیٹھے ہوئے ہوں تو خاوند اپنی مشکلات کا ذکر کرتا ہے کہ آج دفتر میں مجھے یہ یہ مشکل پیش آئی تھی۔ بیوی اپنے واقعات کا ذکر کرتی ہے۔ لڑکیاں اپنے اپنے حالات بیان کرتی ہیں۔ غرض سب اپنی باتیں کرتے ہیں اور دلچسپی سے ایک دوسرے کی گفتگو سنتے ہیں۔ اسی طرح جب تم رسالہ کھولو تو تمہیں یوں معلوم ہو کہ ہمارا ایک خاندان ہے جس کے افراد بیٹھے ہوئے آپس میں باتیں کر رہے ہوں۔ نتیجہ یہ ہو گا کہ پچیس تیس سال کی عمر میں تم "الفضل" میں مضامین لکھنے کے قابل ہو جاؤ گے۔ مگر اب مَیں دیکھتا ہوں کہ نوجوانوں میں علمی شغف کم ہو گیا ہے۔ اس نقص کا ازالہ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ خدام کا یہ فرض قرار دیا جائے کہ وہ اِس رسالہ میں کچھ نہ کچھ ضرور لکھیں۔ جس طرح خدام سے خدمتِ خلق کا کام لیا جاتا ہے اور یہ خدمتِ خلق کا کام ان کے فرائض میں شامل ہے اسی طرح یہ بھی ان کے فرائض میں شامل ہو کہ انہوں نے اپنے رسالہ کے لئے یا الفضل اور فرقان کے لئے کچھ نہ کچھ ضرور لکھنا ہے۔ اگلے سال جب تمہارا سالانہ اجتماع ہو گا تو تم سے دریافت کیا جائے گا کہ بولو اس سال تم نے کس کس اخبار میں مضمون لکھا ہے اور تمہارا فرض ہو گا کہ تم وہ رسالے اور اخبارات اپنے ساتھ لاؤ جن میں تم نے اپنے مضامین شائع کروائے ہوں۔"

(خالد نومبر سنہ ۵۵ء صفحہ ۲۱)

حضور رضی اللہ عنہ کے اِن ارشادات کے بعد کچھ لکھنا لاحاصل ہے۔ ہمیں اُمید ہے کہ خدام اپنی ذمہ داری کو محسوس کریں گے اور اپنے مرکزی ترجمان کو ہر لحاظ سے ترقی دینے کے لئے ہر ممکن کوشش کریں گے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب

معارف القرآن

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَىٰ وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ○

ترجمہ۔ وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور جو یہودی ہیں یا عیسائی یا صابی ہیں ان میں سے جو فریق بھی اللہ اور آخرت کے دن پر سچے دل سے ایمان لاتا ہے تو (اُن کے ایمان وعمل کے مقبول ہونے کی نشانی ہے کہ) اُن کو اُن کے رب کی طرف سے اجر ملیگا اور ان کیلئے کوئی خوف نہیں ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے۔

تشریح:۔

اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اسلام لانے کی ضرورت نہیں۔ جو بھی کسی مذہب کا پیرو ہوتے ہوئے عمل صالح کرے گا اس کی نجات ہو جائے گی بلکہ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ دُنیا میں مختلف مذاہب پائے جاتے ہیں۔ اسلام، عیسائیت، یہودیت وغیرہ ہر مذہب اللہ اور یوم آخرت پر ایمان کا دعویدار ہے۔ ہر مذہب نجات کا مدعی ہے۔ کس طرح پتہ لگے کہ کس کا دعویٰ سچا ہے اور کس مذہب میں نجات ہے۔

یہ سوال ہے جو لازماً مختلف مذاہب کو دیکھ کر پیدا ہوتا ہے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ نجات اسلام میں ہے کیونکہ ایسا جواب صرف دعویٰ ہوتا اور اس سے کسی کی تسلی نہ ہوتی۔ اسلئے اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں ایک عملی معیار پیش کیا ہے کہ جو مذہب سچا ہے اور جس کا ایمان سچا ہے اسکی نشانی ہم یہ مقرر کرتے ہیں کہ فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ یعنی جب کسی کا ایمان سچا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس میں مقبولیت کی نشانیاں پیدا کر دیتا ہے اور خدا کی معیت اسے حاصل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کا ذمہ وار ہو جاتا ہے، اسے خوف سے بچاتا ہے اور اس کے حزن کو دُور کر دیتا ہے۔ غرض اس آیت میں جو مضمون ہے وہ یہ ہے کہ نجات کا دعویٰ کرنا اور نجات کا کوئی اثر اپنی زندگی میں دکھا نہ سکنا یہ باطل

ؔ صابی قرآن کریم کا محاورہ ہے جس سے وہ لوگ مراد ہیں جو اسلام، یہودیت یا عیسائیت کے علاوہ کسی اور مذہب کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔

دعویٰ ہے۔ سچا مذہب اسی دنیا میں اپنے سچے پیروؤں کو نجات کا پھل کھلاتا ہے یعنی ایسا شخص خدا کی گود میں ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کا حامی اور متکفل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کی صداقت کے لئے یہ نشان دکھایا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو سارے مذاہب دنیا میں اپنی جگہ بنا چکے تھے، ان کو طاقت اور رسوخ حاصل تھا۔ عظیم الشان حکومتیں حاصل تھیں۔ اسلام غربت کی حالت میں تھا۔ نہ سامان تھا نہ جتھا۔ پھر جب خدا نے یہ معیارِ صداقت پیش کیا تو اپنی قدرت کا ہاتھ دکھا کر مسلمانوں کے خوف کو دور کر دیا اور دوسرے مذاہب کے امن کو خوف میں بدل دیا اور اس طرح اپنے فعل سے ثابت کر دیا کہ اس کی نظر میں کونسا مذہب سچا اور کس کا دعویٰ ایمان قابلِ قبول ہے۔

پھر موجودہ زمانہ میں جب پھر ایک دفعہ تمام مذاہب میدان میں آئے تو اسلام ظاہری لحاظ سے سب سے کمزور تھا۔ لیکن خدا نے اپنے مسیح کو اسلام میں پیدا کر کے مسلمانوں کے خوف کو بدل دیا۔ اور دوسرے مذاہب منتظر ہی رہے ان کے اندر خدا نے کوئی مسیح نہ پیدا کیا جو ان کے مذہب کی صداقت کا آسمانی نشان ہوتا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے عقائد کے لئے خوف اور اسلامی عقیدہ کے لئے امن پیدا کر کے اپنے فعل سے یہ دکھا دیا کہ کونسا مذہب اس کی طرف سے اور اس کا مقبول ہے۔ اسی طرح ہر زمانہ میں اسلام میں آسمانی روح رکھنے والے لوگ پیدا ہوتے ہیں۔ جو لوگوں کے ایمان کو مضبوط کرتے اور خوف کو دور کرتے ہیں اور اسلام کی صداقت کا یہ عملی نشان دنیا کو دکھاتے ہیں۔ اور یہی اس آیت کا منشاء ہے +

نماز پورے اطمینان اور توجہ سے ادا کرو

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم (ایک مرتبہ) مسجد میں تشریف لائے تو اُس وقت ایک شخص آیا اور اُس نے نماز پڑھی۔ بعد ازاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ آپؐ نے جواب دے کر فرمایا۔ جا نماز پڑھ، تُو نے نماز نہیں پڑھی۔ چنانچہ وہ لوٹ گیا اور نماز پڑھی جیسا کہ اُس نے پہلے پڑھی تھی۔ اس کے بعد پھر آیا اور سلام کیا مگر پھر آپؐ نے فرمایا۔ جا نماز پڑھ کیونکہ تُو نے نماز نہیں پڑھی۔ اسی طرح تین مرتبہ ہوا۔ تب وہ بولا قسم اس خدا کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں اس سے بہتر نہیں پڑھ سکتا لہٰذا آپ مجھے بتا دیجئے۔ آپؐ نے فرمایا۔ جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو تکبیر کہو، اس کے بعد قرآن میں سے جو تمہیں یاد ہو اس کو پڑھو پھر رکوع کرو۔ یہاں تک کہ رکوع میں اطمینان سے ہو جاؤ۔ پھر سر اٹھاؤ یہاں تک کہ سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔ پھر سجدہ کرو یہاں تک کہ سجدے میں اطمینان سے ہو جاؤ پھر سر اُٹھاؤ یہاں تک کہ اطمینان سے بیٹھ جاؤ۔ اور اپنی ساری نماز میں اسی طرح کرو۔

(بخاری)

(مرسلہ۔ م۔ ط۔ وحید)

احادیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حُسنِ اخلاق

حضرت نواس ابن سمعانؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا نیکی اور گناہ کیا ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا نیکی حسنِ اخلاق ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور تُو نہ چاہے کہ لوگوں کو اس کا علم ہو۔ (مسلم)

حقیقی مسلمان

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (حقیقی) مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ ہوں۔ (ترمذی)

بہتر اسلام

ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کونسا اسلام بہتر ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تُو (بھوکے کو) کھانا کھلائے اور جس کو تُو پہچانتا ہے اُس کو بھی سلام کہے اور جسے نہیں پہچانتا اس کو بھی سلام کہے۔

(بخاری)

راستوں کی صفائی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

(۱) ایمان کے ستر سے کچھ اُوپر درجے ہیں ان میں سے سب سے افضل خدا کی توحید اور عبودیت کا اقرار ہے اور سب سے کم درجہ کا ایمان راستے سے کانٹے اور گندگی کا دُور کرنا ہے۔ (مشکوٰۃ)

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی راستہ میں چلا جارہا تھا کہ اس نے کانٹوں والی ٹہنی راستہ میں پڑی دیکھی تو اُسے ہٹا دیا اللہ تعالیٰ نے اسکی قدردانی فرمائی اور اسے بخش دیا۔ (ترمذی)

ہاتھ سے کام کرنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جُوتی خود مرمت فرماتے اور اپنے کپڑے سیتے تھے اور اپنے گھر میں اسی طرح کام کرتے تھے جس طرح تم سے کوئی بھی اپنے گھر کام کرتا ہے اور حضرت عائشہؓ نے فرمایا آپؐ انسانوں میں سے ایک انسان تھے۔ اپنی بکریوں کا دودھ دوہتے اور آپ اپنی خدمت کرتے (یعنی اپنے کام کو آپ کرتے تھے)۔

(ترمذی)

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اگر چاہتے ہو کہ تمہارا مال تمہارے لئے ہلاکت کا موجب نہ ہو تو اُسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو!

"میں سچ سچ کہتا ہوں کہ تم اس بات کو خوب یاد رکھو کہ جیسا کہ قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے اور ایسا ہی دوسرے نبیوں نے بھی کہا ہے یہ سچ ہے کہ دولت مند کا بہشت میں داخل ہونا ایسا ہی ہے جیسے اونٹ کا سوئی کے ناکہ میں داخل ہونا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ اس کا مال اس کے لئے بہت سی روکوں کا موجب ہو جاتا ہے۔ اس لئے اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارا مال تمہارے واسطے ہلاکت اور ٹھوکر کا باعث نہ ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو اور اسے دین کی اشاعت اور خدمت کے لئے وقف کرو۔

یقیناً یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک وہی مومن ہے اور وہی بیعت میں داخل ہوتا ہے جو دین کو دنیا پر مقدم کر لے جیسا کہ وہ بیعت کے وقت کہتا ہے۔ اگر دنیا کی اغراض کو مقدم کرتا ہے تو وہ اس اقرار کو توڑتا اور خدا تعالیٰ کے نزدیک وہ مجرم ٹھہرتا ہے۔ پس اسی غرض سے یہ اشتہار (الوصیت) میں نے خدا کے اذن سے دیا ہے۔ سچی بات یہی ہے سالِ دیگر را کہ داند حساب۔ لیکن جب کہ خدا تعالیٰ کی متواتر وحی نے مجھ پر کھولا کہ وقت قریب ہے اور اجل مقدر کا الہام ہوا تو میں نے اللہ تعالیٰ ہی کے اشارہ سے یہ اشتہار دیا کہ تا آئندہ کے لئے اشاعتِ دین کا سامان ہو اور تا لوگوں کو معلوم ہو کہ آمنّا و صدّقنا کہنے والوں کی عملی حالت کیا ہے۔

یقیناً یاد رکھو کہ جب تک انسان کی عملی حالت درست نہ ہو زبان کچھ چیز نہیں۔ یہ نری لاف گزاف ہے زبان تک جو ایمان رہتا ہے اور دل میں داخل ہو کر اپنا اثر عملی حالت پر نہیں ڈالتا وہ منافق کا ایمان ہے۔ سچا ایمان وہی ہے جو دل میں داخل ہو اور اعمال کو اپنے اثر سے رنگین کر دے۔ سچا ایمان ابوبکرؓ اور دوسرے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تھا۔ کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال تو مال جان تک کو دے دیا اور اس کی پرواہ بھی نہ کی۔ جان سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں ہوتی مگر صحابہؓ نے اسے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کر دیا۔ انہوں نے کبھی اس بات کی پرواہ بھی نہیں کی کہ بیوی بیوہ ہو جائے گی یا بچے یتیم رہ جائیں گے بلکہ وہ ہمیشہ اسی آرزو میں رہتے کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں ہماری زندگیاں قربان ہوں۔"

(ملفوظات جلد ہشتم)

تبرکاتِ محمودؓ

نماز باجماعت کی اہمیت

"حقیقت یہ ہے کہ مذہب کا اہم ترین حصہ جو اُس کے لئے دل اور دماغ کی حیثیت رکھتا ہے عبادت الٰہی ہی ہے اگر عبادتِ الٰہی کو ترک کر دیا جائے تو مذہب صرف رسم و رواج کا نام بن کر رہ جائے گا اور خدا تعالیٰ سے تعلق کا دعویٰ محض ایک ڈھکوسلہ ہوگا۔ اس لئے ..... مومنوں کی پہلی صفت اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وہ نمازوں کو قائم کرتے ہیں یعنی خود بھی باجماعت نماز ادا کرتے ہیں جس کی طرف یُقِیْمُوْنَ کا لفظ اشارہ کرتا ہے اور دوسروں کو بھی نمازوں کی ادائیگی کی تلقین کرتے رہتے ہیں۔ گویا بحیثیت جماعت وہ نمازوں کی ادائیگی کا ہمیشہ التزام رکھتے ہیں۔ اگر یہاں صرف انفرادی نمازوں کا ذکر ہوتا تو یُصَلُّوْنَ کہنا کافی تھا مگر اللہ تعالیٰ نے یُصَلُّوْنَ کا لفظ استعمال نہیں فرمایا بلکہ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ اسی طرح قرآن کریم کے اور مقامات میں بھی اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ یا اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ کے الفاظ ہی استعمال ہوئے ہیں۔ اور اقامت ہمیشہ باجماعت نماز میں ہی ہوتی ہے۔ پس مومنوں کی ایک بڑی علامت اس آیت میں یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ باجماعت نمازیں ادا کرتے ہیں اور نہ صرف خود نمازوں کی پابندی کرتے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی نمازوں کی ادائیگی کی تلقین کرتے رہتے ہیں۔ ہم نے دیکھا ہے بعض لوگ خود تو نماز کے بڑے پابند ہوتے ہیں مگر اپنے بیوی بچوں کے متعلق کوئی پرواہ نہیں کرتے حالانکہ اگر اُن کے دل میں سچا اخلاص ہو تو یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ کسی بچے کا یا بیوی کا یا بہن بھائی کا نماز چھوڑنا انسان گوارہ کر سکے۔

..... غرض اقامتِ صلوٰۃ ایک نہایت ہی ضروری چیز ہے اور اس میں خود نماز پڑھنا، دوسروں کو پڑھوانا اور اخلاص اور جوش کے ساتھ پڑھنا، باوضو ہو کر ٹھہر ٹھہر کر باجماعت نماز پڑھنا شامل ہے۔ احادیث میں آتا ہے کہ نماز خدا اور بندے کے درمیان ملاقات کا ایک ذریعہ ہوتی ہے۔ گویا اس کے ذریعہ الوہیت کا وہ رنگ جو نبی کے واسطہ سے اللہ تعالیٰ پیدا کرنا چاہتا ہے مومنوں پر چڑھ جاتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے رنگ میں رنگین ہو جاتے ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز باجماعت کا اس قدر احترام فرماتے تھے کہ ایک دفعہ آپ کے پاس ایک نابینا آیا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرا مکان مسجد سے بہت دُور ہے اور چونکہ مجھے مسجد پہنچنے میں سخت دقت پیش آتی ہے اسلئے اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنے گھر میں ہی نماز ادا کر لیا کروں۔ (اُس وقت مدینہ میں کچے مکانات ہوتے تھے اور جب بارش کے دنوں میں پانی گلیوں میں بہتا تھا تو چونکہ

پانی دیواروں کی بنیادوں کے ساتھ ٹکرا کر گزرتا تھا اور دیواریں پانی سے ٹوٹ جاتی تھیں اس لئے پانی کی زد سے دیواروں کو بچانے کے لئے لوگوں نے گلی میں دیواروں کی بنیادوں کے ساتھ ساتھ جلے ہوئے پتھر جن کو پنجابی میں کھنگر کہتے ہیں رکھے ہوتے تھے۔ گلیوں میں کھنگر رکھنے کا رواج ہمارے ملک میں بھی ہے اور چونکہ ایک نابینا کے لئے سڑک کے بیچ میں چلنا مشکل ہوتا ہے اس لئے وہ ہمیشہ دیواروں کے ساتھ ساتھ چلتے ہیں اور دیوار کے ساتھ ہاتھ مارتے جاتے ہیں۔ اگر وہ ایسی دیوار کے ساتھ چلیں جس کے ساتھ کھنگر رکھے ہوئے ہوں تو ان کے گر کر زخمی ہونے کا خطرہ ہوتا ہے) جب اس نابینا نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ عرض کیا کہ چونکہ دیواروں کے ساتھ پتھر رکھے ہوتے ہیں اور گلی کے بیچ میں میں چل نہیں سکتا اور اگر دیوار کے ساتھ چل کر مسجد میں آؤں تو گر کر زخمی ہونے کا خطرہ ہے اسلئے مجھے اجازت ہو تو میں گھر پر نماز ادا کر لیا کروں۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بہت اچھا اگر تمہیں مسجد میں آتے ہوئے مشکل پیش آتی ہے تو تم اپنے گھر میں ہی نماز ادا کر لیا کرو۔ یہ سن کر وہ نابینا گھر کی طرف چل پڑا۔ مگر ابھی وہ تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ آپ نے صحابہؓ سے فرمایا۔ اس کو واپس بلاؤ۔ وہ جب واپس آیا تو آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ کیا تمہارے گھر میں اذان کی آواز پہنچ جاتی ہے؟ اس نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! اذان کی آواز تو پہنچ جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا اگر اذان کی آواز تمہارے گھر میں پہنچ جاتی ہے تو چاہے تمہیں مسجد میں آتے وقت ٹھوکریں لگیں اور تم زخمی ہو جاؤ مسجد میں ضرور آیا کرو۔ اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا میرا جی چاہتا ہے کہ جب عشاء یا صبح کی نماز ہو تو میں اپنی جگہ کسی اور کو کھڑا کر دوں اور کچھ لوگوں کو ساتھ لے کر ان کے سروں پر لکڑیوں کے گٹھے رکھ کر سارے شہر کا چکر لگاؤں اور جو لوگ گھروں میں بیٹھے ہوئے ہوں ان کے گھروں کو آگ لگا دوں۔ اب دیکھو گو آپ نے عملاً ایسا کیا تو نہیں مگر اس سے اتنا تو ظاہر ہے کہ آپ کے دل میں نماز باجماعت کی کس قدر اہمیت تھی۔ آپ نے اس مثال کے ذریعہ لوگوں کو سمجھایا کہ جو لوگ باجماعت نماز ادا نہیں کرتے وہ اپنے آپ کو دوزخ کا ایندھن بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

بے شک دنیا میں نیکی کے اور بھی بہت سے کام ہیں لیکن نماز کو خدا تعالیٰ نے سب سے مقدم قرار دیا ہے۔ اور سوائے اس کے کہ کوئی معذوری ہو یا کوئی ہنگامی کام پڑ جائے نمازوں کے اوقات میں مسجد میں آنا نہایت ضروری ہے۔ ہنگامی کاموں سے مراد یہ ہے کہ مثلاً کسی جگہ آگ لگ گئی ہو تو اس وقت آگ بجھانا ضروری ہوگا۔ نماز بعد میں ادا کر لی جائے گی لیکن اس قسم کے استثنائی حالات کے بغیر جو شخص نماز باجماعت کی ادائیگی میں کوتاہی کرتا ہے وہ ایک بہت بڑے جرم کا مرتکب ہوتا ہے۔"

"إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ (سورۃ العنکبوت) نماز یقیناً بری اور ناپسندیدہ باتوں سے لوگوں کو روکتی ہے۔ ان بری باتوں سے بھی جو انسان کی ذات سے تعلق رکھتی ہیں اور ان سے بھی جو سوسائٹی پر گراں گزرتی ہیں کیونکہ نماز باجماعت مسلمانوں

میں پانچ وقت کی مقرر ہے۔ اگر نماز باجماعت اُن میں قائم ہو جائے گی تو اُن کا بہت سا وقت خدا تعالیٰ کی عبادت میں لگ جائے گا اور نماز میں خرچ ہونیوالا وقت اُن کو بے حیائیوں اور بدکاریوں سے بچاتا رہے گا۔ اسی طرح نماز میں جب دُعائیں ہوتی رہیں گی۔ اپنے لئے بھی اور دوسروں کے لئے بھی، تو وہ دعائیں خدا تعالیٰ کا فضل کھینچ کر ان کی اپنی اصلاح کا بھی موجب ہوں گی اور دوسروں کی اصلاح اور ترقی کا موجب بھی بن جائینگی۔ اسی طرح نماز میں جو قرآن کریم کی آیات پڑھی جاتی ہیں اور تسبیح و تحمید کی کثرت ہوتی ہے اس کا دل پر ایسا اثر ہوتا ہے کہ انسان گناہوں سے نفرت کرنے لگ جاتا ہے۔

..... پس مسلمانوں کے لئے سب سے زیادہ ضروری امر یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو نماز باجماعت کا پابند بنانے کی کوشش کریں۔

..... چونکہ نماز خدا تعالیٰ کی ملاقات کا ایک ذریعہ ہے اسلئے اسلام نے یہ ضروری قرار دیا ہے کہ انسان تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد خدا تعالیٰ کا نام لے اور نماز کے لئے کھڑا ہو جائے خواہ جنگ ہو رہی ہو، دشمن گولیاں برسا رہا ہو، پانی کی طرح خون بہہ رہا ہو، پھر بھی اسلام یہ فرض قرار دیتا ہے کہ جب نماز کا وقت آجائے تو اگر ممکن ہو مومن اسی وقت اللہ تعالیٰ کے حضور جھک جائے (نہایت خطرناک حملہ کی صورت میں وہ نمازیں جو جمع نہیں کی جاسکتیں اُن کو بھی جمع کرنے کا حکم ہے۔ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر چار نمازیں جمع کی ہیں) بیشک جنگ کی وجہ سے نماز کی ظاہری شکل بدل جائے گی لیکن یہ جائز نہیں ہوگا کہ نماز میں ناغہ کیا جائے۔

..... نماز روحانی جسم کی اصلاح کا ایک ذریعہ ہے جس طرح ایک بیمار جسم محض یہ کہہ کر موت سے بچ نہیں سکتا کہ وہ بیمار ہے اور وہ بیمار ہونے کی وجہ سے وہ روٹی نہیں کھا سکتا۔ اسی طرح ایک روحانی جسم بھی یہ کہہ کر موت سے نہیں بچ سکتا کہ وہ بیمار ہے اور نماز نہیں پڑھ سکتا۔ باوجود اس کے کہ ایک شخص بیمار ہے اور کھانا نہیں کھا سکتا..... مثلاً غذا معدہ میں ٹھہرتی نہیں بلکہ قے ہو جاتی ہے یا غذا معدہ کے اندر جاتی نہیں یا انتڑیوں میں کوئی بیماری لاحق ہے اسلئے انتڑیوں میں غذا ٹھہرتی نہیں یا پچتی نہیں پھر بھی ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ مرے گا نہیں اسلئے کہ روٹی کے بغیر انسانی جسم بچ نہیں سکتا۔ اسی طرح باوجود اس کے کہ ایک شخص کسی عذر کی وجہ سے نماز نہیں پڑھتا وہ مرے گا۔ بعض لوگ عدم فراست کی وجہ سے یہ خیال کر لیتے ہیں کہ چونکہ وجہ جائز ہے اسلئے نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ حالانکہ ان کا یہ خیال درست نہیں۔ وجہ جائز ہو یا ناجائز نتیجہ ضرور نکلے گا۔ تم اپنے سر پر اپنی کمائی سے خریدا ہوا تیل لگاؤ یا چوری سے حاصل کیا ہوا تیل لگاؤ سر ضرور چکنا ہوگا۔ یہ نہیں کہ اپنی کمائی سے حاصل کردہ تیل سے سر چکنا ہو جاتا ہے اور چوری کے تیل سے سر سوکھا رہ جاتا ہے..... نتیجہ دونوں کے ایک سے ہوں گے۔

..... پس نماز باجماعت کی عادت ڈالو اور اپنے بچوں کو بھی اس کا پابند بناؤ۔ کیونکہ بچوں کے اخلاق اور عادات کی درستی اور اصلاح کے لئے میرے نزدیک

سب سے زیادہ ضروری امر نماز باجماعت ہی ہے۔ مجھے اپنی زندگی میں اتنے لوگوں سے ملنے اور مختلف حالات کی جانچ پڑتال کا موقع ملا ہے اور ساتھ ہی خدا تعالیٰ نے میری طبیعت کو ایسا احساس بنایا ہے کہ سو سال کی عمر پانیوالے بھی اپنی عمر کے تجربوں کے بعد دنیا کی اونچ نیچ اور اچھے بُرے کو اتنا محسوس نہیں کر سکتے جتنا مَیں محسوس کرتا ہوں اور مَیں نے اپنے تجربہ میں نماز باجماعت سے بڑھ کر اور کوئی چیز نیکی کے لئے ایسی مؤثر نہیں دیکھی، سب سے بڑھ کر نیکی کا اثر کرنے والی نماز باجماعت ہی ہے۔ اگر مَیں اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ کی پُوری پُوری تشریح نہ کر سکوں تو مَیں اپنا قصور سمجھونگا ورنہ میرے نزدیک نماز باجماعت کا پابند خواہ اپنی بدیوں میں ترقی کرتے کرتے ابلیس سے بھی آگے نکل جائے پھر بھی میرے نزدیک اس کی اصلاح کا موقع ہاتھ سے نہیں گیا۔ ایک شمہ بھر اور ایک رائی کے برابر بھی میرے خیال میں نہیں آتا کہ کوئی شخص نماز باجماعت کا پابند ہو اور پھر اس کی اصلاح کا کوئی موقع نہ رہے۔ خواہ وہ کتنا ہی بدیوں میں مبتلا کیوں نہ ہو گیا ہو نیکی کے متعلق نماز کے مؤثر ہونے کا مجھے اتنا کامل یقین ہے کہ مَیں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر بھی کہہ سکتا ہوں کہ نماز باجماعت کا پابند خواہ کتنا ہی بداعمال کیوں نہ ہو گیا ہو اس کی ضرور اصلاح ہو سکتی ہے اور وہ ضائع نہیں ہوتا اور مَیں شرح صدر سے کہہ سکتا ہوں کہ آخری وقت تک اس کیلئے اصلاح کا موقع ہے مگر وہ نماز باجماعت کا پابند اس رنگ میں ہو کہ اسکو اس میں لذت اور سرور حاصل ہو۔

......بڑا آدمی اگر خود نماز باجماعت نہیں پڑھتا تو وہ منافق ہے مگر وہ لوگ جو اپنے بچوں کو نماز باجماعت ادا کرنیکی عادت نہیں ڈالتے وہ اُنکے خونی اور قاتل ہیں۔ اگر ماں باپ بچوں کو نماز باجماعت کی عادت ڈالیں تو کبھی اُن پر ایسا وقت نہیں آ سکتا کہ یہ کہا جاسکے کہ یہ کہا جاسکے کہ اُن کی اصلاح ناممکن ہے اور وہ قابلِ علاج نہیں رہے۔

......غرض جُوں جُوں انسان نمازیں پڑھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی اور حمد اور عظمت کا اقرار کرتا ہے خدا تعالیٰ اسکے اعمالِ حسنہ کے ترازو کو بوجھل کرتا جاتا ہے اور انسان کا رفع ہوتا جاتا ہے۔ اور چونکہ گناہ نتیجہ ہے مادیت سے تعلق کا، جب انسان اس عالم سے بلند ہوتا جاتا ہے تو اس کا تعلق مادیت سے کم ہوتا جاتا ہے اور وہ گناہوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

......اسی طرح قرآن کریم میں آتا ہے فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ (بقرہ ع ۱۸) یعنی چاہیئے کہ تم مجھے یاد کرو اسکے نتیجہ میں مَیں بھی تمہیں یاد کرونگا یعنی تمہیں اپنے قرب میں جگہ دونگا اور تمہاری ہر تکلیف اور مصیبت میں تمہاری مدد کرونگا اور ظاہر ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرلیگا وہ بہت سی بدیوں سے بچ جائیگا اور خدا تعالیٰ کا معاملہ بھی اس سے محبت اور پیار کا ہو جائیگا۔ اسی وجہ سے اسلام نے تمام اجتماعات میں ذکرِ الٰہی اور عبادت پر بڑا زور دیا ہے۔ ......پس مومن کا فرض ہے کہ وہ اپنے اوقات کو اس طرح صرف کرے کہ ذکرِ الٰہی اسکی زبان پر جاری ہو اور نمازوں میں اُسے شغف اور رغبت ہو۔ ......پس اپنے اندر ذکرِ الٰہی کی عادت پیدا کرو۔ تا خدا سے تمہارا تعلق بڑھ جائے، تمہارے اندر ہمت پیدا ہو جائے، تمہاری نظروں میں تاثیر پیدا ہو جائے اور دشمن کے دلوں میں بھی تمہارا رعب بیٹھ جائے اور دشمن خود بول اُٹھے کہ یہ لوگ واقعی روحانیت کے پتلے ہیں۔" (تفسیر کبیر جلد پنجم حصہ سوم)

ہمارا مقصد یہ ہے کہ بہت سے چھوٹے چھوٹے محمدؐ پیدا کریں

دُنیا کی نجات محمدیّت میں ہی ہے!

قائدین اضلاع سے محترم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ کا خطاب

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تقدیر کو اس طور پر جاری کیا ہوا ہے کہ ہمیشہ چند ایک لوگ ہی اپنی قربانی پیش کر کے نوعِ انسان کے لئے نجات کا موجب ہوا کرتے ہیں۔ درحقیقت اس میں بھی خدا کی توحید کا ایک جلوہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کا کام وحدت سے کثرت اور پھر کثرت سے وحدت کی طرف رجوع کرتا ہے جس طرح سے بجلی کا کرنٹ ایک طرف سے دوسری طرف دوڑتا چلا جاتا ہے وہ ایک یکتا اور یگانہ وجود ہے۔ وہ اکیلا تھا اور اس کے ساتھ زمین و آسمان میں کوئی بھی شریک نہیں تھا۔ پھر اس نے اس کائنات کو بنایا اور وسعت دی اور بڑھایا اور کثرت سے کثرت پیدا کرتا چلا گیا جیسا کہ فرمایا والسماء بنینٰھا بایدٍ و انا لموسعون کہ اس آسمان کو ہم نے اپنی قوت کے ساتھ اور عظمت کے ساتھ اور اپنے جلال کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ و انا لموسعون اور ہم اس میں وسعت پیدا کرتے چلے جائیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے وحدت سے کثرت کی طرف رجوع کیا۔ مگر یہ کثرت ہمیشہ اسی لئے ہوتی ہے تاکہ آخر یہ ایک وحدت کی شکل میں دنیا میں ظہور پذیر ہو اور ایک وجود میں، ایک چہرے میں خدا کا چہرہ نظر آئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس بات پر بہت زور دیا ہے کہ یہ تمام کائنات خدا تعالیٰ نے زید اور بکر کے لئے نہیں بلکہ اسلئے بنائی تھی کہ خدائے واحد کا چہرہ ایک ایسے چہرے میں نظر آئے جو تمام کمالات کا جامع اور نفسِ انسانی کا کمال اپنے اندر رکھتا ہو اور ایک ایسا آئینہ ہو جس میں کمالاتِ انسانی نظر آتے ہوں اور تمام صفاتِ باری کا ظہور ہو، تو خدا نے کثرت پیدا کی۔ اور پھر کثرت سے وحدت پیدا کر کے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ جو خدائی تخلیق کا مقصود تھے اپنے وجود کو دنیا میں ظاہر کیا۔ یہ وہ نور تھا جس کی خاطر خدا نے تمام کائنات کو پیدا کیا اور وہ وجود مختلف جگہوں میں اپنے مظاہر اختیار کرتا رہتا ہے۔

ہم نے بسا اوقات حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ سُنا ہے کہ ہمارا مقصد یہ ہے

کہ بہت سے چھوٹے چھوٹے محمدؐ پیدا کریں اسلئے کہ دنیا کی نجات محمدیت میں ہی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ چند ایک انسان ہوتے ہیں جو اپنے کمالِ فنا کے نتیجہ میں اور خدا کی ذات کے لئے ایسی غیرت رکھنے کے نتیجہ میں ان کا سارا وجود خدا کی راہوں میں مٹ چکا ہوتا ہے اور اس پاک ذات کی عظمت کو قائم کرنا اور اس کے پیار کو دنیا میں قائم کرنا ایسا ان کے لئے ہے کہ اس کے سوا کوئی چیز اُن کے دل کو نہیں بھاتی۔ ایک پیاس ہوتی ہے، ایک تڑپ ہوتی ہے اُن کے دل میں کہ خدا کے احکام کی قدر کی جائے اور اُن پر چلا جائے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یٰایھا الناس انتم الفقراء الی اللہ و اللہ غنی الحمید۔ کہ تم خدا کے محتاج ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارا محتاج نہیں ہے وہ غنی اور حمید ہے۔ یعنی کسی انسان کی، اس کی عبادت کی، اس کی اطاعت کی اور اس کی محبت کی خدا کو ضرورت نہیں ہے۔ وہ ہر حال میں ہر وقت قابلِ تعریف ہے۔ یہ خدا تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے یہ بات غلط نہیں ہو سکتی۔ مگر اسکے ساتھ ہی دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انبیاء کو بھیجتا ہے، انسانوں کو بلاتا ہے، اپنی طرف دعوت دیتا ہے۔ ایک طرف کہتا ہے مجھے تمہاری پرواہ ہی نہیں تم عبادت کرو نہ کرو۔ دوسری طرف پرواہ کرتا نظر آتا ہے کہ اپنے انبیاء کو بھیجتا ہے، رسولوں کو بھیجتا ہے۔ یہ جو بظاہر تضاد نظر آتا ہے خدا کے کاموں میں درحقیقت یہ تضاد نہیں ہے بلکہ خدا کی توحید کا جلوہ اسی طرح سے ہوتا ہے کہ وہ وحدت سے کثرت اور

کثرت سے وحدت کی طرف رجوع کرتا ہے اور خدا کا کام اسی طرح سے ہوتا ہے کہ اس کے کسی ایک بندہ کے دل میں خدا کی تڑپ پیدا ہو جاتی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ اس ایک بندہ کی خاطر باوجود اپنے غنا کے اپنی مخلوق کی ہدایت کی طرف راغب ہوتا ہے۔ یعنی اس کو پرواہ نہیں ہوتی مخلوق کی اور اس کی گمراہی کی اور اس بات کی کہ وہ اس کی عبادت نہیں کرتے۔ لیکن جب خدا کا کوئی بندہ اپنے دل میں کوئی ایسی تڑپ پیدا کر لیتا ہے اور وہ خدا کے حضور میں اس طرح سے جھکتا ہے اور کہتا ہے کہ مولا! اگر تُو نے اپنے بندوں پر نظر نہ کی تو میں مر جاؤں گا میں نہیں رہ سکتا دنیا میں، ایسی دنیا میں جس میں تیری عبادت نہ ہو، میں نہیں رہ سکتا ایسی دنیا میں جس میں تیرے احکام کی عظمت نہ پائی جاتی ہو۔ پھر خدا اس بندے کی خاطر دنیا پر نظر کرتا ہے اور باوجود اس کے کہ وہ غنی ہے اس ایک بندے پر رحم کرنے کی خاطر ساروں کو بچا لیتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ خدا تعالیٰ نے اسی طرح راہِ نجات پیدا کی۔

یہ جو تمہید میں نے آپ بھائیوں کے سامنے پیش کی ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ بار بار میں آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کا کام اسی طرح سے ہے اور اس کے کاموں سے انسان کو سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ ایک ہی آدمی ہوتا ہے جس کی وجہ سے خدا تعالیٰ بہتوں پر رحم کیا کرتا ہے اسلئے ہم میں سے ہر ایک کو کوشش کرنی چاہیئے کہ اپنے علاقے میں محمدی کمال کو حاصل کر کے اولیاء اللہ میں شامل ہو کر اپنے بھائیوں اور اپنے ماحول کے لئے نجات کا

سامان پیدا کریں۔ یہ آپ سے میری غرض ہے جو میں نصیحت
کے طور پر آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں قرآن کریم
کو پڑھیں، خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کریں، عبادت میں
وقت گزاریں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ خدا کے دین کے لئے
درد پیدا کریں اور نوع انسان کے ہمدرد ہو کر اللہ تعالیٰ
کے حضور دعائیں کریں۔ غار حرا میں رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم جب جاتے تھے تو اپنے لئے نہیں بلکہ تمام انسانوں
کے لئے تڑپا کرتے تھے اور آپ ہی کی خاطر خدا تعالیٰ نے
تمام انسانوں پر رحم فرمایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ
والسلام فرماتے ہیں ؎

آخر از عجز و مناجات و تضرع کردنش
شد نگاہِ لطفِ حق بر عالمِ تاریک و تار

کہ خدا تعالیٰ کو دنیا کی پرواہ نہیں تھی لیکن رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کی زاری کو دیکھ کر، آپ کی تڑپ کو دیکھ کر کہ تپتی
ہوئی دوپہر میں اور ہولناک تنہائی میں کس کس طرح آپ نے
اللہ تعالیٰ کے حضور رحم کی درخواست کی۔ سو اللہ تعالیٰ
نے آپ کی ایسی حالت کو دیکھ کر آپ کی خاطر تمام نوعِ انسان
پر رحمت کی بارش نازل فرمائی۔ جب ہم غار کا اور اس کی
ہولناک تنہائیوں کا تصور کرتے ہیں تو تصور ہی سے رونگٹے
کھڑے ہو جاتے ہیں کہ کیسا وہ انسان تھا۔ اپنے بیوی بچے
موجود ہیں۔ رہنے کو گھر موجود ہے اور گرمی میں، تکلیف
میں، جہاں کوئی بادل نہیں ہے، سایہ نہیں ہے، کوئی وجہ نہیں
تھی کہ نکل کے اپنے شہر سے دور جاتے اور ایسی جگہ جہاں جا کے
انسان جھلس کر رہ جاتا ہے اور گرمی کے دنوں میں رمضان کے
مہینے میں جو شدید گرمی کا مہینہ تھا اُس وقت وہ وہاں جاتے
تھے اور دعائیں کرتے تھے اور اپنے لئے بھی اور تمام
بنی نوع انسان کے لئے بھی خدا سے فضل مانگتے تھے۔
حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

آخر از عجز و مناجات و تضرع کردنش
شد نگاہِ لطفِ حق بر عالمِ تاریک و تار

کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زاری ہی تھی، آپ کی
مناجات ہی تھی، آپ کی تضرع ہی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے
اس تاریک دنیا کی طرف رجوع کیا اور خدا کی رحم کی
نظر اس پر پڑی۔ پس ہم لوگوں کو اگر ہم واقعی اور صحیح
معنوں میں غلام محمدؐ ہیں تو ہمیں یہ چاہیئے کہ اپنے اپنے
حلقہ میں، اپنے اپنے دائرہ میں یہ کمال اپنے اندر پیدا
کریں اور ہمارے دل میں یہ تڑپ ہو کہ ہم نے اسلام کی
صداقت کو اپنے وجودوں میں سچا کر کے دکھانا، خدا کے
نُور کو اپنے چہروں میں ظاہر کرنا ہے تاکہ ہمارے بھائی ہمارے
ذریعہ سے نجات حاصل کر لیں۔ ان کو بھی خدا کی طرف توجہ
پیدا ہو۔

پھر شروع اجلاس میں جو آیات پڑھی گئی تھیں اور
بہت ہی عجیب مضامین ان میں بیان کئے گئے ہیں ان کی طرف
بھی رجوع کرنا پڑتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں حضرت
ابراہیم علیہ السلام کے ذریعہ بیان کیا ہے کہ ربّ اجعلنی
مقیم الصلوٰۃ۔ انسان کی زندگی کا مقصد اقامۃ الصلوٰۃ
ہی ہونا چاہیئے، خود بھی وہ عبادت کرے اور دوسروں
کے دلوں میں عبادت کا شوق پیدا کرے۔ عبادت اسلام
کے نقطۂ نظر سے صرف نماز کا نام ہی نہیں بلکہ زندگی
اس رنگ میں گزارنا کہ سوتے جاگتے، اُٹھتے بیٹھتے اللہ

ہی اللہ ہو، ہر سانس اس کے ذکر سے معمور ہو، ہر دل کی
دھڑکن جو ہے اس کو اگر غور سے سُنا جائے تو اس
دھڑکن میں بھی اللہ اللہ ہی ہو۔ یہ عبادت ہے جس کو
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کر کے دکھایا۔ اس کے
متعلق فرمایا کہ وبذٰلک اُمرتُ وانا اوّلُ
المسلمین۔ مَیں نے یہ اسلام کا کامل نمونہ دکھایا ہے
کہ اِنّ صلاتی ونُسُکی ومحیایَ ومماتی للہ
رب العٰلمین۔ میری نمازیں جو ہیں وہ نمازیں ہی نہیں
دوسرے انسانوں کی طرح سے بلکہ وہ قربانیاں ہیں۔ ہر
سجدہ جو مَیں خدا کے حضور میں کرتا ہوں تو اپنا سر خدا کے
حضور اس طرح رکھتا ہوں جس طرح بکرا چھری کے آگے
سر رکھتا ہے۔ ومحیایَ اور پھر میری زندگی اور میری
زندگی کے سارے کام خدا کی خاطر ہیں۔ ومماتی اور
میری موت بھی اللہ تعالیٰ کی خاطر ہے کہ خدا کے نام کو بلند
کرنے کے لئے میری زندگی بھی ہے اور میری موت بھی
ہے۔ اسی طرح سے ہر انسان کو چاہیئے۔ فرمایا بذٰلک
اُمِرتُ وانا اوّل المسلمین یہ میرا طریق ہی
نہیں بلکہ میری تعلیم بھی ہے۔ مَیں نے سب سے پہلے تمہیں یہ
کر کے دکھایا ہے کہ تم بھی اپنی اپنی جگہ اوّل المسلمین
کے بعد دوسرے درجے کے مسلم اور تیسرے درجے کے
مسلم بنتے چلے جاؤ۔ اپنے ظرف کے مطابق محمدیت کا
کمال مسلمان کا کمال اپنے اندر پیدا کرو۔ یاد رکھیں کہ
ایمان اسی کو کہتے ہیں جس کے نتیجہ میں خدا کی ولایت حاصل
ہو۔ یہی ایمان کا کمال ہے۔ قرآن بھی یہی بیان کرتا ہے
ہم نے تو قرآن پر نظر کی ہے اس سے یہی نظر آتا ہے کہ

ایمان اور اللہ تعالیٰ کا ولی ہونا در اصل لازم ملزوم
ہیں۔ اللہ ولیّ الذین اٰمنوا۔ فرماتا ہے کہ اللہ
مومنوں کا دوست ہوتا ہے تو مومن ہونا اور خدا کا
دوست ہونا قرآن نے ہم معنیٰ قرار دیا ہے۔ یہی چیز ہے
جس کے ساتھ ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔
اس کے لئے بہت سارے ذرائع ہیں۔ یہ تنظیم ہماری،
دین کی جو ہمدردی ہمارے اندر پیدا کی جاتی ہے یہ سب
ذرائع ہیں جن کے ذریعہ سے ہم کامل ہو کر خدا کے جلوے
کو اپنے اندر پیدا کر سکتے ہیں۔ محمدیت کا کمال اپنے ظرف
کے مطابق اپنے اندر پیدا کر سکتے ہیں۔ مگر دو چیزوں پر
ہمیں بہت زور دینا چاہیئے اور وہ ہیں ذکر و فکر۔
ایک یہ کہ جب بھی کوئی کام کریں تو خدا کی خاطر کریں، یہ
ذکر میں شامل ہے۔ ہر وقت ہمیں اللہ تعالیٰ ہی یاد رہے،
خدا کی خاطر ہمارے کام ہو جائیں۔ اور فکر کا مطلب یہ
ہے کہ انسان اپنے اعمال کو ہی نہیں اپنے قوائے
فکریہ کو بھی کام میں لائے کہ اس سے بھی مقصد میں
تعاون اور امداد حاصل کر سکے۔ فکر کی قوتیں جب انسان
میں بند ہو جاتی ہیں تو اگر وہ اچھا کام بھی کر رہا ہو تو
زیادہ اچھا نہیں کر سکتا۔ صبح بھی مَیں نے عرض کیا تھا کہ
محبت سے بڑھ کر کوئی محرک نہیں ہو سکتا اور موت سے
بڑھ کر واعظ کوئی نہیں ہو سکتا۔ فکر کی عادت اگر انسان
میں پیدا ہو جائے تو محبت کی طاقتیں انسان میں بڑھتی
ہیں اور اس سے پتہ لگ جاتا ہے کہ انجام کیا ہے بسا اوقات
ایک پروگرام دیا جاتا ہے اور ایک شخص نظر آتا ہے کہ
وہ نیک نیتی سے کام کرنا چاہتا ہے لیکن چونکہ فکر کی

عادت نہیں ہوتی بات کو سمجھنے کی طرف توجہ نہیں دیتا اور پھر اس کو صحیح طور پر چلانے کی طرف توجہ نہیں دیتا۔ تو قوائے فکریہ کو زائل کر دینے کی وجہ سے اس کے قوائے عملیہ بھی آخر کار ضائع ہو جاتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں قوتیں جو ہیں وہ ساتھ کے ساتھ چلا کرتی ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ ان کا تعلق ہے۔ ہمارے قوائے عملیہ بروئے کار نہیں آ سکتے جب تک کہ ہمارے قوائے فکریہ اعلیٰ درجہ کے روشن اور طاقتور نہ ہوں۔ ان دونوں باتوں کی طرف توجہ دیں۔ فکر بھی کریں اور ذکر بھی کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہی طریق تھا۔ ہر وقت آپ یہ سوچتے رہتے تھے کہ اسلام کے لئے کیا طریق اختیار کیا جائے جس سے اسلام کو غلبہ حاصل ہو۔ کس طرح لوگوں کو راہ راست پر لایا جائے۔ کس طرح سے خدا تعالیٰ کے دین کی طرف لوگوں کو دعوت دی جائے۔ یہ فکر ہی تھا جیسا کہ کئی جگہ حضور نے فرمایا ہے کہ زہد و عبادت کی کثرت کی وجہ سے میں مقبول نہیں ہوا بلکہ یہ خدا کا فضل تھا جو کہ مجھ پر ہوا۔ اور فضل اسی وجہ سے تھا کہ آپ نے سب فکروں پر اسلام کی فکر کو حاوی کر لیا تھا اور کوئی اور فکر باقی نہیں رہا تھا یہاں تک کہ فرماتے ہیں کہ مجھے خدا کی قسم ہے کہ اگر میرے بیٹے، میرے پوتے میرے سامنے ٹکڑے کر دیئے جائیں۔ میری جائداد مجھ سے چھین لی جائے۔ مجھے زندگی کی ہر راحت سے محروم کر دیا جائے تو مجھے وہ دکھ نہیں ہوتا جتنا کہ اسوقت دکھ ہوتا ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کے خلاف کوئی بات کہی جائے۔ یہ فکر جو تھا اس نے آپ کو وہ مقام عطا کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب انبیاء میں آپ کا بلند تر مقام ٹھہرا۔

ہم بھی آپ کے پیروؤں میں شامل ہیں اور ہم بھی اس مقصد کو آپ کی پیروی میں لیکر کھڑے ہوئے ہیں ہمیں بھی ذکر اور فکر کی طاقتوں کو بڑھانا چاہیئے۔ اس سے خدا کی محبت بھی ہمارے دل میں پیدا ہوگی۔ ہم اپنے مقصد کے مطابق اللہ کی ولایت کے مقام کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکیں گے اور دوسروں کے لئے بھی نجات کا موجب بن سکیں گے۔ قائد بننے کے لئے جو خوبیاں ہیں وہ سب آپ کے اندر پیدا ہو جائیں گی۔ اگر آپ ذکر اور فکر کی عادت ڈال لیں اور آپ کا جو کام ہے وہ خدا کی خاطر ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اس بات کی توفیق دے کہ ہم بے نفسی اور بے لوثی کے ساتھ محض للہ کام کرنے والے ہوں۔ اللہ اور اس کے رسول کی عزت کا قیام جو ہے وہ بظاہر ناممکن نظر آتا ہے لیکن اگر ہم خدا کی خاطر اور خدا کے رسول کی خاطر اور خدا کے دین کی خاطر اپنی عزتوں کو قربان کرنے کے لئے تیار ہو جائیں تو یہ مشکل کام اللہ تعالیٰ اپنے فرشتے آسمان سے نازل کر کے پورا کرے گا۔ اسلام کی فتح اور احمدیت کا غلبہ تو یقینی ہے، دنیا کی کوئی طاقت اس فتح اور غلبہ کو روک نہیں سکتی۔ کاش ہم لوگوں کو خدا یہ توفیق دے کہ ہم اپنے دلوں میں ایسی تبدیلی پیدا کریں کہ ہمارے ذریعہ سے اور ہماری زندگی میں اللہ تعالیٰ وہ فتح اور غلبہ نصیب کرے۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔

اب آپ دوستوں کو دعا کے بعد اجازت ہوگی

واپس جا سکتے ہیں۔ میری یہ درخواست ہے کہ جو یہاں تقریریں ہوتی ہیں اور فیصلے کئے گئے ہیں ان پر آپ غور بھی کرتے رہیں کہ کس رنگ میں آپ زیادہ سے زیادہ اپنے علاقے میں اس کو apply کر سکتے ہیں۔ ہر علاقہ کی الگ الگ پرابلم ہوتی ہیں۔ سب سے پہلا کام جو آپ نے انشاء اللہ جا کر کرنا ہے وہ یہ ہے کہ تربیتی کلاس کے لئے زیادہ سے زیادہ خدام بھیجنا ہیں۔

دوسرے یہ کہ اپنے علاقہ کے لئے تربیتی کلاس اور پروگرام بھیجنے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کا حامی و ناصر ہو۔

نوٹ:- محترم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ نے مندرجہ بالا تقریر بر موقعہ اجلاس قائدین اضلاع بتاریخ ۲۹ مئی ۱۹۶۶ء بوقت چار بجے شام خدام الاحمدیہ کے زیر تعمیر ہال میں ارشاد فرمائی تھی۔ (ادارہ)

---

* زائد تعلیم والے نوجوانوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے آپ کو وقف کے لئے حضور کی خدمت میں پیش کریں۔

اس سلسلہ میں قائدین جو کارروائی کریں یا وہ نوجوان جو اپنے آپ کو وقف کے لئے پیش کریں اس سے محترم صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کو بھی مطلع کریں۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اس نیک کام کی توفیق بخشے۔ آمین

(مہتمم تربیت خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

نوجوانوں کو چاہیئے کہ وہ خدمت دین کے لئے آگے آئیں

حضرت المصلح الموعودؓ نے ایک موقعہ پر فرمایا:-

"اسی طرح اب بھی نوجوانوں کو چاہیئے کہ وہ سلسلہ کی خدمت کا تہیہ کر لیں۔ اور دنیوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم بھی حاصل کریں۔ اگر کسی نے صرف بی۔ اے یا ایم اے کر لیا اور دینی تعلیم سے کورا رہا تو ہمیں اس کی دنیوی تعلیم کا کیا فائدہ ہو سکتا ہے؟ ...... پس نوجوانوں کو چاہیئے کہ وہ خدمت دین کے لئے آگے آئیں اور اپنے دوستوں اور ساتھیوں میں بھی وقف کی تحریک کو مضبوط کریں۔ ہمارے کاموں نے بہر حال بڑھنا ہے لیکن انہیں تکمیل تک اسی صورت میں پہنچایا جا سکتا ہے جب زیادہ سے زیادہ نوجوان خدمت دین کے لئے آگے آئیں۔"

وقف زمانہ کی اہم ضرورت ہے

قائدین مجالس خدام الاحمدیہ بار بار نوجوانوں میں وقف کی تحریک کریں۔ میٹرک اور اس سے

(باقی کالم ۲ پر)

سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ملک عبدالماجد صاحب شمس
اسلامیہ کالج لاہور

بہارِ رحمت

یہی وہ وقت تھا جب دنیا سے خزاؤں کا دَور ختم ہونے کو تھا۔ رحمت کی ابدی بہار چلنے والی تھی۔ کُفر کے بادل چھٹنے کو تھے۔ سسکتی ہوئی انسانیت کو حیاتِ نو ملنے والی تھی۔ ظلم و ستم کے گھنیرے سائے رحمت و محبت کی چکا چوند روشنی سے کافور ہوا چاہتے تھے ــــ

ذرا خیال تو کیجئے کہ چودہ سو سال قبل کے خطۂ عرب کی حالت کیا تھی۔ زیردست بالادستوں کی چکی تلے پس رہے تھے۔ فسق و فجور کا دَور دَورہ تھا۔ شراب نوشی، قمار بازی اور ہر قسم کی بدکاری عربوں کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ کہیں انسانیت کا جنازہ جہالت کے دوش پر لیجایا جارہا تھا۔ کہیں ظلم و استبداد کا تازیانہ لیکر آدمیت کی پیٹھ پر برسایا جارہا تھا۔ معاشرے میں عورت کو کوئی مقام حاصل نہ تھا۔ حوا کی اس بیٹی کو اکثر اس کے پیدا ہوتے ہی زمین میں گاڑ دیا جاتا ..... سچائی کا آفتاب ڈوب چکا تھا۔ ہر سُو ضلالت و گمراہی کی بھیانک تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ چند سو برس پیشتر عیسائی قوم صداقت کا پیغام لیکر اُٹھی تھی، لیکن اپنے ہاتھوں کی قندیل کو ہوا کے جھونکوں کے سپرد کر کے خود رنگ رلیوں میں کھو گئی۔ الغرض چاروں طرف جرم و گناہ کے گھناؤنے سائے پھیلے ہوئے تھے۔ یُوں معلوم ہوتا تھا جیسے سارے عالم کو کسی ایسے گڑھے میں دھکیل دیا گیا ہے جس سے جہالت و بیہودگی کی عفونت کے بھبکے اُٹھ رہے ہوں۔

یہی وہ وقت تھا جب دُنیا سے خزاؤں کا دَور ختم ہونے کو تھا۔ رحمت کی ابدی بہار آنے والی تھی۔ کُفر کے بادل چھٹنے کو تھے۔ سسکتی ہوئی انسانیت کو حیاتِ نو دینے والی تھی۔ ظلم و ستم کے گھنیرے سائے رحمت و محبت کی چکا چوند روشنی سے کافور ہوا چاہتے تھے۔

آخر خدا تعالیٰ کی غیرت بھڑک اُٹھی۔ اُس کی رحمت جوش میں آئی اور اندھیروں سے ایک نُور اُبھرا۔ گرتی ہوئی تہذیب نے سنبھالا لیا ـــــ دُنیا کی تقدیر چمک اُٹھی اور انسانیت نے مسکرانا شروع کر دیا.....

یہ نُور آمنہ رضی اللہ عنہا کی جھولی میں گرا تھا۔ یہ وہ پودا تھا کہ جس کے باغبان عبداللہ اُس کے پھوٹنے سے قبل ہی اس جہان سے کُوچ کر گئے...... ابھی یہ پودا پُورے طور پر پنپنے بھی نہ پایا تھا کہ اس کو سینچنے والی (حضرت آمنہ

بھی چل بسیں۔

گلستانِ رحمت کے یہ سرسبز و شاداب شجر جن کے وجود سے بہار کی رونق وابستہ ہے ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ——— آپ کے آنے سے جبر و تشدد کے ایوان لرزنے لگے۔ مظلومیت کے بیابانوں میں بہار آ گئی۔ رحمت کے مہرِ درخشاں نے تمام عالم کو منور کر دیا ——— اسی لئے تو خالقِ فطرت نے فرمایا ہے:۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۔

کہ ہم نے تجھے تمام جہانوں کے لئے صرف رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

آپ کا ترحم انسان سے لیکر ملائکہ تک پھیلا ہوا ہے کیا جمادات، کیا نباتات، کیا عوام، کیا خواص سب میں آپ کی محبت کا نور جلوہ گر ہے۔ اگر ایک طرف عوام الناس کے سوکھے دھان آپ کی شفقت کے پانی سے لہلہا رہے ہیں تو دوسری طرف انبیاء و اولیاء بھی احسان و الطاف کے اس بحرِ بےکراں میں غوطہ زن نظر آتے ہیں۔

آپ فرشتوں کے لئے اسلئے رحمت ہیں کہ آپ ہی ہر موجود کے وجود کا سبب ہیں۔ اگر آپ نے نہ آنا ہوتا تو تخلیق کا یہ وسیع و عریض نظام بھی ظہور میں نہ آتا۔ لاریب آپ ہی تخلیقِ کائنات کی علتِ غائی ہیں..... ملائک کے نیز اسلئے بھی آپ کے زیرِ بارِ احسان ہیں کیونکہ آپ ہی کے ذریعہ فرشتوں نے اسماءِ باری کا وہ علم پایا جو انہیں پہلے حاصل نہ تھا۔ اسی لئے خدائے علیم و خبیر فرماتے ہیں:۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ

کہ میرے ساتھ ساتھ فرشتے بھی تیرے حق میں مدح سرا ہیں اور تیرے لئے دعاگو ہیں۔

آپ جمادات و نباتات کے لئے بھی پیکرِ شفقت ہیں آپ کی رحمت کا ہاتھ ایک حقیر ذرہ سے لیکر آفتابِ عالمتاب تک کے لئے دراز ہے۔ کیونکہ ان کی ہر خوبی نورِ محمدی کا ہی انعکاس ہے۔ تحت الثریٰ سے لیکر اوجِ ثریا تک کی ہر چیز آپ کی تعریف میں نغمہ طراز ہے۔ شفق کی رنگینی، ہواؤں کی تیزی، لعل و یاقوت کی چمک، پھولوں کی مہک، سب آپ کی مرہونِ منت ہے۔ غرضیکہ کائنات کا پتہ پتہ آپ کی الفت کے گن گاتا ہے۔ کوہسار و سبزہ زار بھی اس ذاتِ مقدس سے وارفتگی کا اظہار کرتے ہیں۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ وہ حضورؐ کے جلو میں کہیں جا رہے تھے۔ جس درخت یا جس پتھر سے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوتا وہ آپ کو سلام کہتا۔

احادیث میں آتا ہے کہ شروع میں آپ ایک کھجور کے درخت کا سہارا لیکر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے بعد میں آپ منبر پر خطاب فرمانے لگے تو درخت فراقِ رسولؐ میں رو پڑا۔ صحابہؓ کہتے ہیں کہ ہم نے خود اس کی چیخیں سنیں۔ رحمتِ عالم منبر سے اترے اور اسے گلے لگا کر ہاتھ پھیرا تب اس مضطرب کو چین آیا اور اس کی چیخیں بند ہوئیں۔

پھر آپ کے محبت و الفت کے چشمے سے عالمِ حیوان بھی تشنگی بجھاتا ہے۔ آپ کی آمد سے پہلے خدا کی اس مخلوق کا کوئی پرسانِ حال نہ تھا۔ جانور خواہ زخموں سے چور ہو کر بلبلاتا ہی کیوں نہ جائے اس پر زیادہ سے زیادہ

بوجھ لادا جاتا خواہ اس کے لئے پیاس سے دو قدم چلنا بھی محال ہو۔ لیکن اپنی منفعت اور غرض کی خاطر انہیں میلوں بغیر پانی پلائے ہانکتے چلے جاتے۔

آپؐ آئے تو اس بے زبان مخلوق کے چمن میں بھی بہار آگئی۔ آپؐ نے جانوروں سے حسنِ سلوک کا حکم نافذ فرمایا اور یہاں تک ارشاد فرمایا کہ پیاسے جانور کو پانی پلانے والا بھی مستحقِ اجرِ خداوندی ہے۔

ایک دفعہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ میں تشریف فرما تھے کہ ایک اونٹ ہراسانی کے عالم میں بھاگتا ہوا آیا اور آپؐ کے سامنے بیٹھ کر قدموں میں سر رکھ دیا اور اس طرح کراہنے لگا گویا سخت تکلیف میں ہے۔ رحمۃ للعالمین نے صحابہؓ کو فرمایا کہ یہ اپنے مالک کے خلاف تمہارے رسولؐ کی آغوش میں پناہ لینا چاہتا ہے۔ کہتا ہے ساری عمر اس کی خدمت کی اب بڑھاپے میں وہ مجھے ذبح کرنے کا خواہاں ہے۔

اتنے میں مالک بھی آگیا اور کہنے لگا کہ "آپ مجھے اونٹ واپس دیدیں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اسے ذبح نہیں کروں گا۔" مجسمۂ رحمت نے فرمایا "یہ اب میرے پاس رہے گا۔ خدا نے آپ کو وہ شفقت بھرا دل نہیں دیا جو میرے پہلو میں ہے۔" آپؐ نے اونٹ کی قیمت ادا کر کے اسے چراگاہ میں آزاد چھوڑ دیا۔

پھر سب سے بڑھ کر آپ انبیاء کے لئے رحمت کا پیام ہیں۔ کیا انبیاء کیا اولیاء سب آپ کی شفقت کے بحرِ بے کنار سے سیراب ہیں۔ عرب و عجم کی خشک کھیتیاں رحمت کے اس ابرِ بہار سے شاداب ہیں۔ احمدؐ شود

آپؐ کی محبت کے ترانے گاتے ہیں۔ دوست و دشمن آپؐ کی احسان کیشی کے معترف ہیں۔ الغرض مرد و زن، طفل و جوان، غلام و آزاد، سب کی گردنیں ہمارے آقاؐ کی کرم نوازیوں سے خم ہیں۔

آپؐ انبیاء علیہم السلام کے لئے بھی محسنِ اعظم ہیں —— آپؐ ہی نے لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهِ کا اقرار کرا کے اُمت پر تمام انبیاء کے احترام کو لازم کر دیا۔ آپؐ ہی نے تمام انبیاء کی پاکبازی پر مُہرِ تصدیق ثبت کی۔ اس ضمن میں آپؐ کا سب سے زیادہ احسان عیسائیت کے سر پر ہے جس کے پیشوا کی ذات پر اُٹھنے والی انگلیوں کو آپؐ نے کاٹ کر رکھ دیا —— اتہام باندھنے والی زبانوں کو آپؐ نے بند کر دیا۔ کاش! موجودہ عیسائیت کے علمبردار اس احسانِ عظیم کو فراموش نہ کرتے!!!

غرضیکہ آپؐ انسان کے لئے ہر زاویۂ نگاہ سے پیکرِ رحمت ہیں۔ آپؐ ہی نے انسان کی پیدائش کی گتھیاں سلجھائیں۔

یا تو وہ وقت تھا کہ آدمؑ کی خلافت پر فرشتوں نے اعتراض کیا کہ یہ فساد کریگا، خون بہائے گا، کیا ہم تیری تسبیح و تحمید کے لئے کافی نہیں؟ یا وہ لمحہ بھی آن پہنچا کہ فرشتے بھی اس انسانِ کامل پر درود بھیجنے لگ گئے۔ یا وہ زمانہ تھا کہ شیطان ڈینگ مارتا تھا کہ وہ ان سب کو گمراہ کر دیگا یا وہ گھڑی بھی آن پہنچی کہ اس نے بھی ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا کہ:-

إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ

تیرے مخلص بندوں پر میرا زور نہیں چلتا۔

آپ کو دُکھ دینے والے، آپ کو تکلیف پہنچانے والے بھی آپ کی رحمت سے مستفیض ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ پہلے انبیاء آئے تو ان کی ایذا رسانی کرنے والے ہلاک کئے گئے مگر جب رحمت کی یہ چلتی پھرتی تصویر نازل ہوئی تو اُس نے سفاکوں، قزاقوں، ڈاکوؤں اور لیٹروں کو ایسا درسِ محبت دیا کہ سب آپ کی اُلفت کے گیت گانے لگے۔ سچ ہے ؎

نشہ پلا کے گرانا تو سب کو آتا ہے
مزا تو جب ہے کہ گرتوں کو تھام لے ساقی

آپ کی آمد سے پہلے عربوں کی زبوں حالی کا کچھ تذکرہ اُوپر ہو چکا ہے کہ اُن کی جو رسم تھی بیہودہ، جو عادت تھی نامعقول۔ جہالت کو فخر جانتے تھے۔ لڑائی، مار کٹائی کو خوبی سمجھتے تھے۔ اسی لئے وحشت و فساد، قتل و غارت ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر قبیلوں کے قبیلے کٹ مرتے اور ہزاروں آدمیوں کا صفایا ہو جاتا۔ معمولی معمولی معاملات پر وہ کُشت و خون ہوتا کہ خدا کی پناہ! غرض ؎

یُونہی روز رہتی تھی تکرار اُن میں
یُونہی چلتی رہتی تھی تلوار اُن میں

لیکن آپ کی نسیمِ رحمت نے اُس زہریلے ماحول کو یکسر بدل ڈالا۔ اور وہ جو بے سرو سامان تھے انہوں نے عرب کے تپتے ہوئے صحراؤں سے نکل کر قیصر و کسریٰ کی حکومتوں کو تہ و بالا کر دیا۔ اور وہ جو اَن پڑھ اور جاہل تھے کئی علوم کے موجد بن گئے اور وہ جو غیر مہذب تھے یورپ تک کو اُنہوں نے تہذیب سکھلائی۔ وہ قوم جو تجارت میں اناڑی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پُرشفقت اور پُرحکمت تعلیم نے انہیں ایسا با حوصلہ بنا دیا کہ عرب سے سپین تک اُن کے تجارتی قافلے کوچ کرنے لگے۔ وہ عرب جو حکومت کے نام سے بھی نا آشنا تھے آپ کی تربیت نے انہیں قریباً ساری معلوم دنیا کے تاج و تخت کا وارث بنا دیا اور وہ جو چھوٹی چھوٹی باتوں پر میدانوں کے میدان خون سے لالہ زار کر دیا کرتے تھے، انہوں نے ساری دنیا کو امن و سلامتی کا درس دیا اور صلح و آشتی کی وہ قدریں قائم کیں جنہیں عداوت و معاندت کی مسموم ہوائیں نہ مٹا سکیں۔

آخر یہ تغیّر کس نے پیدا کیا؟ وحشت و درندگی کے بیابانوں میں رحمت کی ہَوا کس نے چلائی؟ سسکتی، چیختی، چلاتی انسانیت کے ویرانوں میں احساسِ انسانیت کا ساز کس نے چھیڑا؟

یہ سب تبدیلی اُس نے پیدا کی کہ جس نے آنکھ کھولتے ہی اپنی مودّت و الفت کے عطر سے فضائے ناخوشگوار کو معطر کر دیا اور جب مسندِ نبوت پر قدم رکھا تو پھر گویا چمنِ انسانیت میں بہار آگئی۔ اُس مردِ کامل پر وہ ظلم کیا جاتا کہ عرش کے پائے لرز جاتے، وہ ستم ڈھایا جاتا کہ دشت و بیابان کانپ اُٹھتے۔ اُس مظلوم انسان پر سنگباری کی جاتی مگر وہ ظالموں کے حق میں اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ کی پُرسوز دُعا کرتا۔ اُس کو ہر قسم کی ایذا دی جاتی لیکن وہ اُن کے لئے غاروں میں جا جا کر نالے بلند کرتا، اُن کی رُشد

وہدایت کے لئے شیون برپا کرتا۔ آخر اس کی دعائیں رنگ لائیں، اس کے پُر درد نالے کام آئے، اسکے فلک شگن شیون ہی نے روشِ انسانیت سے نا آشناؤں کو خلعتِ انسانیت سے نوازا۔ لوگ اسے دکھ دیتے، وہ ان کے آرام کا متمنی ہوتا۔ اگر وہ چاہتا تو خدا کے قہر کو بجلی کی صورت میں گرا کر انہیں بھسم کر ڈالتا۔ اگر وہ چاہتا تو فرشتوں کو پہاڑ الٹنے کا حکم دیکر طائف کی بستی کو نیست و نابود کر ڈالتا۔ اگر وہ چاہتا تو فتح مکہ کے روز مکہ کی گلیوں میں خون کی ندیاں بہا دیتا۔ لیکن رحمتِ مجسّم نے ہمیشہ ان سے ملاطفت کا معاملہ کیا اور محبت کا سلوک کیا۔

اے شہنشاہِ اقلیمِ رحمت و شفقت! تجھ پر خدا کے ان گنت انوار نازل ہوں اور لامحدود برکتیں ——— تجھ پر زمین و آسمان درود بھیجتا ہے۔ تجھے فرشتے سلام کہتے ہیں ——— یہ فلک بوس پہاڑ، یہ وسیع و عریض سبزہ زار، یہ جنت نظیر وادیاں، یہ قدرت کی گلکاریاں تیری مدح سرا ہیں ——— یہ اٹھکیلیاں کرتی ہوئی ہوا، یہ آبشاروں کا گرتا ہوا پانی تیری تعریف میں نغمہ بار ہے!

اے میرے آقا! اے میرے ہادی!! اے میرے رہنما!!! تجھ پر کروڑ ہا سلام کہ تو نے عشق و محبت کے باغ کو اپنے خونِ جگر سے سینچا۔ تیرا یہ گلشن کبھی نہیں مرجھائے گا۔ تیرے اس چمن کو کوئی گزند نہیں پہنچا سکتا۔ دنیا خواہ تعصب سے کتنا ہی آنکھوں کو بند کرے ایک دن اس پر ضرور روشن ہو جائیگا کہ تو ہی ہے جو انسانیت کا سچا مونس ہے۔ وہ تنگ نظری سے خواہ تجھ سے کتنا ہی منہ موڑیں لیکن بالآخر انہیں تیری انسان دوستی کو تسلیم کرنا ہی پڑے گا۔ وہ دن نزدیک آتا ہے جب دنیا تجھے اور صرف تجھے ہی محسن اعظم گردانے گی۔

اللھم صل علی محمد و علی آل محمد و بارک وسلم انک حمید مجید ؂

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فرمان

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں ایک کا بھی نام نہیں لے سکتے جس نے اپنے لئے کچھ حصہ دین کا اور کچھ حصہ دنیا کا رکھا ہو۔ ایک صحابی بھی ایسا نہیں تھا جس نے کچھ دین کی تصدیق کر لی ہو اور کچھ دنیا کی۔ بلکہ وہ سب کے سب منقطعین تھے اور سب کے سب اللہ کی راہ میں جان دینے کو تیار تھے۔ اگر چند آدمی ہماری جماعت میں سے بھی تیار ہوں جو مسائل سے واقف ہوں اور ان کے اخلاق اچھے ہوں اور وہ قانع بھی ہوں تو ان کو باہر تبلیغ کے لئے بھیجا جاوے۔ بہت علم کی حاجت نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سب صحابہؓ امّی ہی تھے۔ حضرت عیسےٰؑ کے حواری بھی امّی تھے۔ تقویٰ اور طہارت چاہیئے۔ سچائی کی راہ ایک ایسی راہ ہے جو اللہ تعالےٰ خود ہی عجیب عجیب باتیں سمجھا دیتا ہے۔"

(ملفوظات جلد نہم صفحہ ۲۱)

مکرم ماسٹر محمد ابراہیم صاحب شاد

غزل

آئی بہار رنگِ بہاراں لئے ہوئے
ہے عندلیب رازِ گلستاں لئے ہوئے

ہم آرزوئے مرگ میں مرتے ہیں روز و شب
یہ زندگی ہے موت کا ساماں لئے ہوئے

مقتل میں آج کہتے ہیں دیدارِ عام ہے
جاتے ہیں ہم بھی چاک گریباں لئے ہوئے

پرتو اُسی کے حُسن کا ہے شش جہات میں
ہیں مہر و ماہ بھی جلوۂ جاناں لئے ہوئے

محفل تمام ششدر و حیران رہ گئی
جب آ گئے وہ زلفِ پریشاں لئے ہوئے

بخشی مسیحِ وقت نے پھر زندگی ہمیں
وہ آیا سب کے درد کا درماں لئے ہوئے

مجھ کو اماں ملے گی ترے عفو کے حضور
آیا ہوں ساتھ کثرتِ عصیاں لئے ہوئے

گزری ہے شاد عمر مری انتظار میں
زندہ ہوں دل میں وصل کے ارماں لئے ہوئے

بسلسلہ تعارف العلوم

علمِ حدیث اور اس کا مختصر تعارف

آج سے چودہ سو سال قبل سرزمین عرب سے اسلام کا سوتا پھوٹا اور نہ صرف عرب بلکہ دنیا کو سیراب اور حیاتِ نَو سے آشنا کرتے ہوئے ایک طرف حدودِ چین اور دوسری طرف اندلس تک پہنچا۔ اسلام کے نور نے دیکھتے ہی دیکھتے اکنافِ عالم میں پھیل کر دنیا والوں کو نورِ ہدایت سے منور کیا اور ان کی آنکھوں کو اس محیر العقول ترقی سے خیرہ کر دیا۔ آج کی متمدن دنیا یہ سوچنے پر مجبور ہے کہ وہ کونسی قوت تھی جس نے نصف صدی کے اندر اندر اسلام کو اس وقت کی متمدن دنیا پر غالب کر دکھایا۔ اس موضوع پر غور و فکر کرنے سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ یہ سب برکات قرآنِ پاک کی مقدس تعلیم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی بدولت تھیں جس نے مسلمانوں کو لازوال قوت بخشی اور علم و عمل کے لحاظ سے ایسے کردار کا مالک بنایا اور ایسے اعلیٰ علوم بخشے جن کے سامنے قیصر و کسریٰ کی متمدن حکومتیں اور دنیا کے علمی حلقے بھی جھک گئے۔

قرآن کریم کا علم رکھنے والے اور اس کی تعلیم پر عمل کرنے والے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بتلائی ہوئی قرآن کریم کی تفسیر جاننے والے اور اس کے مطابق اپنے کردار کو ڈھالنے والے آج بھی یہ یقین رکھتے ہیں کہ علمی اور عملی دنیا میں آخری فتح انہیں کی ہوگی۔

بدقسمتی سے مسلمانوں میں بعض طبقے ایسے سر اٹھا رہے ہیں جو علوم اسلامی کے عظیم الشان ذخیرہ یعنی احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر ہیں۔ دشمنانِ اسلام نے تو اسلام کو تعصب اور تنگ نظری سے دیکھنا ہی تھا مگر افسوس کہ خود مسلمان کہلانے والے بعض طبقے بھی انکے آلۂ کار بن کر اسلام کو کمزور کرنے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں۔

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے، اس ضابطۂ حیات کو قرآن کریم پیش کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور جس کی تفسیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کی احادیث میں پوری طرح جلوہ گر ہے۔ لہذا یہ کہنا بالکل درست ہوگا کہ حدیث کا منکر دوسرے الفاظ میں قرآنی تعلیمات کا منکر ہے۔

حدیث کی ابتداء

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے مَا اٰتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا یعنی خدا تعالیٰ کا رسول تمہیں جس بات کا حکم دے اس کو مانو اور جس بات سے تم کو روکے اس سے باز آجاؤ۔

پھر اللہ تعالیٰ سورۂ نجم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرماتا ہے وما ینطق عن الھوی إن ھو إلا وحی یوحی کہ یہ رسول اپنی خواہش سے باتیں نہیں کرتا بلکہ وہی کہتا ہے جو اس کی طرف وحی کی جاتی ہے۔ پھر ایک اور جگہ فرماتا ہے لقد کان لکم فی رسول اللہ أسوۃ حسنۃ (احزاب) یعنی اے مومنو! تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ قسم کا نمونہ ہیں۔ یہ ارشادات خداوندی تھے جن کی اطاعت میں صحابہ کرامؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس اقوال توجہ سے سُنے اور آپؐ کے اعمال کو غور سے دیکھا، پھر انہیں اپنے سینوں میں جگہ دی اور ان کے مطابق عمل کیا اور پھر اس مقدس امانت کو پوری دیانت کے ساتھ تابعین کے سینوں میں منتقل کیا۔ انہوں نے اپنے حلقۂ درس کو عام کیا اور اس امانت کی ایسی حفاظت کی جیسا کہ اس کا حق تھا۔ یہ سلسلہ برابر جاری رہا یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و ارشادات، اعمال و افعال تدوین و تالیف کی شکل اختیار کر گئے۔ حضورؐ کے ان ارشادات کو اصطلاح میں حدیث کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

حدیث لغت میں حدیث کے معنے خبر، بات، گفتگو اور قصہ و کہانی کے ہیں۔ اسی طرح حدیث کے معنے نئی بات کے بھی ہیں۔ اگر ان معنوں کو مدنظر رکھا جائے تو حدیث سے مراد ایک ایسی زبانی روایت ہوگی جو نئی ہو اور اس میں کسی قسم کی جدت بھی پائی جاتی ہو۔ عربوں کی تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ جنگ و جدال اور رزم و قتال ان کی زندگی کا خاصہ تھا۔ جب اُن سے فارغ ہوتے تو میلے اور مجالس منعقد کرتے جن میں اُن جنگوں کے حالات دلکش انداز میں بیان کئے جاتے اور اس سے مجلس میں ایک قسم کی شگفتگی کا رنگ پیدا ہو جاتا اور ایک نیا رنگ پیدا ہو جاتا۔ رزم میں شجاعت و بہادری کے جوہر دکھانے کے بعد بزم میں ان کو انتہائی لطیف اور جدید انداز میں بیان کرنا ان کی عادت ثانیہ بن چکا تھا۔ اس طرح سے ان کی مجالس میں حدیث کا لفظ ان کے رزمیہ قصص کے بیان کرنے کے معنوں میں استعمال ہونے لگا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ لفظ حدیث اسلام میں آکر ایک مستقل اصطلاح بننے سے قبل بھی بطور ایک خاص اصطلاح کے مستعمل تھا۔

اسلامی اصطلاح میں حدیث کا لفظ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل، تقریر، سیرت اور حال کیلئے استعمال ہونے لگا۔ قول سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد، فعل سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل مراد ہے۔ تقریر کے معنے یہ قرار پائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی بات کہی گئی یا کوئی کام کیا گیا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تردید نہ فرمائی۔ اور نہ اس سے روکا۔

سیرت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوانح مبارک اور حال سے آپ کے فضائل مراد ہیں۔ پھر حدیث کے لفظ میں وسعت پیدا کر کے "اثر" کو بھی اس میں شامل کر لیا گیا۔ "اثر" سے مراد کسی صحابی یا تابعی کا قول و عمل ہے۔ چونکہ صحابہؓ نے براہ راست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض تربیت پایا تھا اور تابعین کو صحابہؓ کے زیر تربیت رہنے کا شرف حاصل تھا اسلئے ان کے بعض اقوال اور افعال کو بھی اُمت نے اہمیت دی اور قابلِ صحت تسلیم کیا۔ آئندہ مضمون میں ہم علم حدیث کی ضرورت اور اسکی جمع و تدوین کے بارہ میں بحث کریں گے۔ (م۔ش۔ق)

الحاج مولانا محمد صدیق صاحب امرتسری
مبلغ سلسلہ احمدیہ سنگاپور

نہ مٹا سکیگا ہرگز ہمیں اب کبھی زمانہ

مرے دوستو عزیزو یہ مرا نیا ترانہ
مَیں تمہیں سُنا رہا ہوں بطریق دوستانہ

رہِ زندگی میں ایسے بھی مقام آئیں شاید
کہ کرے حریف ہم سے بھی سلوک ظالمانہ

رہے یاد یہ بھی لیکن کہ بفضلِ حق تعالےٰ
نہ مٹا سکے گا ہرگز ہمیں اب کبھی زمانہ

ہمیں حزبِ آخریں ہیں ہمیں حامیانِ دیں ہیں
ہمیں ہیں وہ جنکو آتا ہے خدا سے دل لگانا

ہے ازل سے یہ مقدر کہ ہمیں ہیں گے غالب
نہ ڈرا سکیں گے ہم کو یہ فسوں فرنگیانہ

کبھی قول و فعل اپنے نہ ہوئے گر ایک جیسے
تو یہ سوچ لیں ذرا ہم کہ کہے گا کیا زمانہ

جو زباں پہ ہو ہماری وہی دل میں ہو ہمیشہ
کسی وقت بھی نہ اپنی ہو روش منافقانہ

رہیں گامزن ہمیشہ رہِ دینِ مصطفےٰ پر
ہوں خصائل و شمائل بھی ہمارے مومنانہ

ہوں کسی بھی حال میں ہم ہے دین ہی مقدّم
نہ ہو سُست گام اپنا نہ کریں کوئی بہانہ

کریں کام وہ کہ اچھا کہیں لوگ غائبانہ
کہیں بات وہ کسی کو جو ہو بات ناصحانہ

ہمیں پیار ہو انہیں سے جنہیں پیار ہو خدا سے
رہیں دُور اُن سے جن کا ہو طریق غاصبانہ

ہو قضا کبھی نہ کوئی بھی نمازِ فرض اپنی
کہ کلیدِ خیر و برکت ہے نمازِ پنجگانہ

کریں وقف زندگی بھی برضا و رغبت اپنی
رہِ دینِ حق میں کوشاں ہوں بشانِ غائبانہ

ہمیں فکر ہو تو یہ ہو کہ ہماری غفلتوں سے
کرے عَود پھر نہ ہم میں کوئی رسم جاہلانہ

کبھی نخوت و تکبّر نہ قریب آنے پائیں
نہ کریں کسی کی غیبت بنگاہِ حاسدانہ

نہ کسی سے دشمنی ہو نہ کسی پہ ظنّ بد ہو
نہ کبھی کسی سے ہرگز ہو سلوکِ ظالمانہ

جو جفا سے پیش آئے اُسے دیں سبق وفا کا
جو بُرا کہے اُسے ہم دیں جواب مخلصانہ

کوئی گالیاں بھی دے گر تو دُعا ہی دیں اُسے ہم
کہ یہی بتا گئے ہیں ہمیں مصلحِ زمانہ

بسلسلہ اسلامی اخلاق

عبد الوہاب احمد متعلم جامعہ احمدیہ ربوہ

بُخل ــــ ایک مکروہ بیماری!

معاشرے کی اخلاقی بیماریوں میں بخل کا نام سرِفہرست آنا چاہیئے۔ یہ ایک ایسی آگ ہے جو انسان کے تمام اعمال کو جلا کر راکھ بنا دیتی ہے۔ یہ تمام بیماریوں کیلئے بطور اصل ہے۔ بخل شریعت کے بہت بڑے حصے کی عدم تعمیل کا باعث بنتا ہے اور وہ شخص جو خدا داد نعماء اور بخششوں کا حق ادا نہیں کرتا بخیل ہے۔

بخیل خواہ قارون کے خزانہ اور چوتھائی دنیا کا مالک ہی کیوں نہ بن جائے اپنی تمام زندگی دُکھ اور تنگی سے گزارتا ہے اور حاجت کے باوجود اپنے مال کو خرچ نہیں کرتا حتیٰ کہ بیماری میں دوا بھی نہیں کرتا۔ دوسروں کو فائدہ پہنچانا اور خدا تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے کو موت سمجھتا ہے۔ بخیل کو خدا اور مخلوقِ خدا سے قطعاً کوئی محبت نہیں ہوتی۔ اس کی محبت کا مرکز صرف دولت ہی ہوتی ہے جس کے نتیجہ میں وہ خدا کی محبت سے محروم ہو جاتا ہے۔ الغرض بخل سے بڑھ کر دنیا میں کوئی عیب اور بیماری نہیں اس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔

قرآن مجید اور بخل

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے اَلَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَیَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَیَکْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ وَ اَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّھِیْنًا ۝ (سورۃ النساء آیت ۳۸) یعنی جو لوگ خود بھی بخل سے کام لیتے ہیں اور دوسروں کو بھی بخل کی تعلیم دیتے ہیں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے دے رکھا ہے اُسے چھپاتے ہیں (وہ خدا کی نعمتوں کے منکر ہیں) اور ہم نے کافروں کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بخیل کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک یہ کہ خود بخل کرتا ہے اور کسی کو کچھ نہیں دیتا اور مال و دولت کے گھمنڈ میں دوسروں کو ذلیل و خوار سمجھتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر کوئی دوسرا دے تو اس کو ناگوار گزرتا ہے اور یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ کا اپنے آپ کو مصداق قرار دیکر یَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ کی مجسم تصویر بن جاتا ہے اور فقر و فاقہ اور ذلت و رسوائی کا خوف دلا دلا کر مال کے خرچ کرنے سے روکتا ہے۔

دولت کو جمع رکھنے اور علم دین کے اخفاء کی تلقین کر کے اقبال مندی کی جھوٹی اُمیدیں دلاتا ہے لیکن اس کے برعکس بخیل کا خود یہ حال ہوتا ہے کہ طرح طرح کی مصیبتوں اور مشکلات میں مبتلا رہتا ہے۔ بھوکا وہ رہتا ہے، ننگا وہ رہتا ہے، راتوں کو آرام سے سو نہیں سکتا،

غریب بددعائیں دیتے اور نفرت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور ہر لحاظ سے زندگی اس کے لئے دو بھر ہو جاتی ہے مگر پھر بھی اس کی عجیب ہی حالت ہوتی ہے کہ مال و دولت کو حیاتِ جاوید کے لئے اکسیر سمجھتا ہے۔ فرمایا كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ (سورۃ الھمزہ ع ۲۸)۔ ہرگز ایسا نہیں (جیسا اس کا خیال ہے بلکہ) وہ یقیناً (اپنے مال سمیت) جہنم میں پھینکا جائے گا۔ اور اس کا یہ مال و زر جمع کرنا اپنے سینہ و پیشانی کے داغ کا سامان مہیا کرتا ہے اور وہ مال جسے اس نے دنیا میں اپنے گلے کا ہار بنائے رکھا تھا عالم آخرت میں وہ زہریلے سانپ کی صورت میں اس کے گلے کا طوق بن کر نظر آئے گا اور درحقیقت "مَنْ يَبْخَلْ فَإِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَفْسِهِ" کے مطابق بخل کا وبال اُس پر ضرور پڑے گا اور اُسے اس کا مزہ ضرور چکھنا ہوگا۔

بخیل ہرگز یہ خیال نہ کرے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اس کو دیا ہے وہ اس کے لئے بہتر ہے اور اقبال مندی اور جاہ و حشمت کا باعث ہوگا بلکہ وہ اس کے حق میں بُرا ہے جیسا کہ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں ؎

اگر چرخ گردد بکامِ بخیل
در اقبال باشد غلامِ بخیل

یعنی اگر آسمان بھی بخیل کے مقصد کے مطابق ہو جائے تب بھی لا يغني عنه شيئًا۔ اسے کوئی فائدہ نہ ہوگا بلکہ وہ اقبال مندی کا غلام ہی رہے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ابن آدم کہتا ہے میرا مال میرا مال اور تیرا مال تو وہی ہے جو تو نے صدقہ کیا اور آگے چلایا۔ مال درحقیقت میرا تیرا کسی کا نہیں ہے وہ صرف خدا کا ہے۔ اسی کی چیز ہے اور اسی کی راہ میں دینی چاہیئے۔ چنانچہ پورا قرآن انفاق فی سبیل اللہ اور ایتاءِ ذی القربیٰ کے حکم سے بھرا ہوا ہے۔ حقیقی نیکی کے حصول کا ذریعہ ہی اس کی راہ میں محبوب چیز خرچ کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب کبھی بھی کسی کو دولت عطاء فرمائی ہے تو اس کا تقاضا یہ رکھا ہے کہ جن کو یہ چیز نہیں ملی ان کو اس میں سے دیا جائے۔ یہ ان کا حق ہے جیسے فرمایا وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ (سورہ الذاریات ع ۱) اور ان کے مالوں میں سائل اور محروم کے لئے حق ہے۔

بہرحال جو شخص روزِ جزاء کے فائدے کا خیال نہ کرکے اپنی کوئی چیز خرچ نہیں کرتا وہ کافرِ نعمت ہے۔ مال و دولت کی محبت دراصل ایک آزمائش ہے، جو اس میں بخل اور لالچ سے بچا وہی مراد کو پہنچا جیسا کہ فرمایا وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (الحشر ع ۱)

ہر بلند مقصد کے حصول کے لئے پہلی شرط جان و مال کی بازی لگانا ہے۔ ایسا شخص جو داد و دہش کا عادی ہے وہ فلاح پا گیا اور دوزخ کی آگ اس پر حرام ہے کیونکہ سخاوت کرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی بخششوں اور وسیع جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔ اس کے برعکس بخیل کیلئے اپنی عزت اور عظمت کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ اسے بہشت میں ہرگز داخل نہیں کروں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو خانہ کعبہ کا حلقہ پکڑ کر کہتے سنا کہ یا ارحم الراحمین اس گھر کی برکت سے میرا گناہ بخش دے

آپ کے استفسار پر کہ تیرا گناہ کیا ہے عرض کی کہ میں بہت مالدار ہوں اور جب کوئی محتاج دور سے آتا ہوا نظر آتا ہے تو میں جانتا ہوں کہ آگ آتی ہے۔ آپ نے فرمایا خدائے واحد کی قسم اگر تو رکن اور مقام کے درمیان ہزار برس تک نماز پڑھے اور اتنا روئے کہ تیرے آنسوؤں سے نہریں جاری ہو جائیں اور درخت اُگ آئیں اور تو بخل پر مرے تب بھی تیرا دوزخ کے سوا کہیں ٹھکانہ نہیں۔
شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی طرف یوں اشارہ فرمایا ہے ؎

بخیل ار بود زاہد بحر و بر
بہشتی نباشد بحکم خبر

یعنی بخیل اگر ساری عمر سمندروں اور جنگلوں میں جا کر عبادت و ریاضت کرتا رہے بمطابق فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بہشتی نہیں ہوگا۔

بخیل پورے طور پر قدوۃ السیئۃ (بدی کا نمونہ) ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ علم و ہنر، مال و دولت، عقل و طاقت، غرض ہر بات میں مجسم بخل ہوتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوۂ حسنہ

اللہ تعالیٰ مومنین کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ بخیل کے نرغے میں نہ آنا۔ وہ تمہیں پھسلا کر اپنے طور و طریق پر لے آئے گا۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (سورۃ الاحزاب ع۳ ۱۹) تمہارے لئے مشعلِ راہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک اور عمدہ نمونہ ہے تم بخل سے نہیں بلکہ اس جاہ و جلال اور جود و سخاء کے نبی فداہ نفسی و ابی و امی کے اُسوۂ حسنہ کو اختیار کرنے، اس کی کامل اتباع اور اس کے رنگ میں رنگین ہونے سے دنیا کے بادشاہ بن جاؤ گے۔ آپ کی زندگی کا ہر ہر لمحہ مخلوقِ خدا کی ہمدردی و غمخواری میں گزرتا تھا۔ آپ کے پاس کبھی مال جمع نہیں ہوا۔ ادھر آیا اُدھر تقسیم کر دیا۔ حتیٰ کہ فرمایا اگر میرے پاس اُحد کے پہاڑ جتنا بھی سونا ہو تو میں پسند نہیں کرتا کہ تین دن تک میرے پاس ایک ذرہ بھی رہ جائے۔ خدا تعالیٰ نے بے شمار خزائن آپ کو عطا کئے مگر آپ نے انہیں اپنے آرام و آسائش کے لئے استعمال نہیں کیا۔ ہمیشہ اپنے مال سے مصیبت زدوں اور حاجتمندوں کو راحت و خوشی پہنچاتے رہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے علم و نور کی جو لازوال دولت آپ کو عطا فرمائی اس سے بھی دنیا کو بہرہ ور کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اور توحید کے پرچار میں کسی بھی لالچ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے بانگ دہل فرمایا کہ اگر یہ (کفارِ مکہ) میرے دائیں ہاتھ پہ سورج اور بائیں پر چاند لا کر رکھ دیں تب بھی میں توحید کی تبلیغ میں لحظہ بھر کے لئے توقف نہ کرتے ہوئے اس بیش بہاء دولت سے دُنیا کو مستفید کرنے میں ہمہ تن مشغول رہوں گا۔

صحابہ کرامؓ کی بے مثال قربانیاں

آپ نے یہ فرما کر کہ تم اُس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک تم اپنے بھائی کے لئے وہ چیز نہ چاہو جو اپنے لئے چاہتے ہو صحابہ کرامؓ میں ایسی روح پیدا کر دی کہ انہوں نے اسلام کی نعمت عظمیٰ میں دوسروں کو شامل کرنے کے لئے

عدیم المثال قربانیاں پیش کیں۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کے ارشاد پر سارا مال آپ کے قدموں میں ڈالا اور آپ کے پوچھنے پر کہ گھر میں کیا چھوڑ آئے ہیں عرض کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کا نام چھوڑ آیا ہوں۔ سعید بن عامر جو حمص کے گورنر تھے اپنی پوری تنخواہ غریبوں میں بانٹ کر خود فقر و فاقہ سے گزارا کرتے تھے۔

یہ وہ پاک نمونہ تھا جو آپ نے صحابہ رضوان اللہ علیہم میں پیدا کر کے ان کو بخل سے کوسوں دور کر دیا۔ اور وہ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ کی جیتی جاگتی تصویریں بن گئے۔ اور جود و سخا اور ہمدردی مخلوق کی محبت اپنے دلوں میں لئے ساری دنیا میں نکل کھڑے ہوئے تا اور لوگ بھی اس نعمت عظمیٰ سے حصہ پائیں۔ تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمہاری یہی حالت رہی اور سخاوت و فیاضی تمہارا شیوہ رہا تو میں تمہیں جنت کی بشارت دیتا ہوں۔ کیونکہ اَلسَّخَاءُ شَجَرَةٌ فِي الْجَنَّةِ فَمَنْ كَانَ سَخِيًّا اَخَذَ بِغُصْنٍ مِنْهَا فَلَمْ يَتْرُكْهُ حَتّٰى يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ۔ یعنی جنت میں ایک سخاوت نامی درخت ہے جس نے سخاوت کی وہ اس کی ٹہنیوں میں سے ایک ٹہنی کو پکڑ لیگا اور وہ ٹہنی اسے نہیں چھوڑے گی یہاں تک کہ اسے جنت میں داخل نہ کر لے۔

اس کے برعکس بخل کے متعلق فرمایا اِنَّ الْبُخْلَ شَجَرَةٌ فِي النَّارِ فَمَنْ كَانَ بَخِيْلًا اَخَذَ بِغُصْنٍ مِنْ اَغْصَانِهَا فَلَمْ يَتْرُكْهُ الْغُصْنُ حَتّٰى يُدْخِلَهُ النَّارَ۔ یقیناً بخل جہنم میں ایک درخت ہے پس جو شخص بخیل ہوگا اس کی ٹہنیوں میں سے ایک ٹہنی پکڑ لے گا۔ وہ ٹہنی اسے نہیں چھوڑے گی تا وقتیکہ اسے جہنم میں داخل کرے۔

بخل کرنے والے مسلمانوں کو وعید

جہاں خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو قربانیوں اور سچی ہمدردی کے نتیجہ میں دنیا کی بادشاہت عطا فرمائی وہاں ساتھ ہی وعید بھی فرما دی کہ قربانیوں میں سستی اور بخل کی بنا پر تم سے تمام نعماء چھین لی جائیں گی۔ جیسا کہ فرمایا هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ۝

(سورۃ ع۲) تم وہ لوگ ہو جو اس لئے بلائے جاتے ہو کہ تم اللہ کے راستہ میں خرچ کرو اور تم میں سے بعض ایسے ہوتے ہیں جو بخل سے کام لیتے ہیں۔ اور جو بھی بخل سے کام لے وہ اپنی جان ہی کے متعلق بخل سے کام لیتا ہے ورنہ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے اور تم ہی محتاج ہو۔ اور اگر تم پھر جاؤ تو وہ تمہاری جگہ ایک اور قوم لے آئے گا اور وہ تمہاری طرح نہیں ہوگی۔

یہ آیت مسلمانوں کو دعوت فکر دیتی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے ان کو سخت وعید فرمائی ہے کہ اگر تم بخل سے کام لوگے اور خدا داد طاقتوں اور علم و نور سے دوسروں کو بہرہ ور نہیں کروگے تو یاد رکھو خدا تعالیٰ کو تمہاری کوئی پرواہ نہیں، وہ غنی ہے، تمہاری جگہ کوئی

اور قوم لے آئے گا جو مخلوقِ خدا کی ہمدردی میں ایثار اور بذلِ مال میں دریغ نہیں کرے گی بلکہ اسے پانی کی طرح بہائے گی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت۔

اس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے اپنے بطلِ جلیل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا تا آپ بھی اپنے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح مخلوقِ خدا کی ہمدردی میں اپنی خداداد طاقتوں اور نعماء کو پانی کی طرح بہائیں۔ پس آپ نے اپنے آقا صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں بنی نوع انسان کی ہمدردی کیلئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ یہاں تک کہ خدا تعالیٰ نے عرش سے فرمایا "تیری نمازوں سے تیرے کام اچھے" اسلئے کہ آپ کا ہر ہر لمحہ مخلوق خدا کی ہمدردی کے لئے وقف تھا۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود ارشاد فرماتے ہیں ؎

مرا مقصود و مطلوب و تمنا خدمتِ خلق است
ہمیں کارم ہمیں بارم ہمیں رسمم ہمیں راہم

(براہین احمدیہ حصہ دوم ص ۸)

یعنی میرا مقصود و مطلوب اور میری خواہش خدمتِ خلق ہے۔ یہی میرا کام، میری ذمہ داری، فریضہ اور طریقہ ہے۔ یہی روح آپ نے اپنے ماننے والوں میں پیدا کی اور وہ ساری دنیا میں نکل کھڑے ہوئے اور اس طرح سے یُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ کا اپنے آپکو مصداق ثابت کردیا۔

دراصل انسان دو چیزوں سے محبت کر ہی نہیں سکتا۔ چنانچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ "اَلشُّحُّ وَالْاِيْمَانُ لَا يَجْتَمِعَانِ فِيْ قَلْبِ عَبْدٍ"۔ ایمان اور بخل دو متضاد چیزیں ہیں۔ یا تو بخل سے مال کا محب بنے گا یا پھر جود و سخاء سے ایمان پیدا کر کے خدا کا محب بن جائے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ارشاد بخل کی نسبت

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے وعید کے رنگ میں فرماتے ہیں:۔

"یہ ظاہر ہے کہ تم دو چیز سے محبت نہیں کر سکتے اور تمہارے لئے ممکن نہیں کہ مال سے بھی محبت کرو اور خدا سے بھی محبت۔ صرف ایک سے محبت کر سکتے ہو۔ پس خوش قسمت وہ شخص ہے کہ خدا سے محبت کر کے اس کی راہ میں مال خرچ کرے گا تو میں یقین رکھتا ہوں کہ اس کے مال میں بھی دوسروں کی نسبت زیادہ برکت دی جائے گی کیونکہ مال خود بخود نہیں آتا بلکہ خدا کے ارادہ سے آتا ہے۔ پس جو شخص خدا کے لئے مال کا بعض حصہ چھوڑتا ہے ضرور اُسے پائے گا لیکن جو شخص مال سے محبت کر کے خدا کی راہ میں خدمت بجا نہیں لاتا جو بجالانی چاہیئے تو وہ ضرور اسکو کھوئے گا۔ یہ مت خیال کرو کہ تم کوئی حصہ مال کا دے کر یا کسی اور رنگ سے خدمت بجا لا کر

خدا اور اس کے فرستادہ پر کچھ احسان کرتے ہو بلکہ یہ اس کا احسان ہے کہ تمہیں اس خدمت کے لئے بلاتا ہے۔ اور میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر تم سب کے سب مجھے چھوڑ دو اور خدمت اور امداد سے پہلو تہی کرو تو وہ ایک قوم پیدا کر دے گا کہ اس کی خدمت بجا لائے گی۔ تم یقیناً سمجھو کہ یہ کام آسمان سے ہے اور تمہاری خدمت صرف تمہاری بھلائی کے لئے ہے۔ پس ایسا نہ ہو کہ تم تکبر کرو اور یا یہ خیال کرو کہ ہم خدمت مالی یا کسی قسم کی خدمت کرتے ہیں۔ میں بار بار تمہیں کہتا ہوں کہ خدا تمہاری خدمتوں کا ذرہ محتاج نہیں۔ ہاں تم پر یہ اس کا فضل ہے کہ تم کو خدمت کا موقع دیتا ہے۔"

(الحکم ۳۰ ستمبر ۱۹۰۳ء)

بہر حال بخیل اپنے آپ کو باوجود فراخی کے تنگی میں ڈالتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تم باندھو نہیں ورنہ تم پر باندھا جائے گا۔ یعنی اگر تم اپنی تھیلی کا منہ بند کرو گے اور بخل سے کام لوگے اور دوسروں کو نہیں دو گے تو خدا بھی اپنی تھیلی کا منہ تم پر بند کر دے گا اور تم کو نہیں دے گا۔ اس کے برعکس جو شخص فراخ دلی سے ایک حبہ بھی خدا کی راہ میں خرچ کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اسے سات گنا زیادہ دیتا ہے۔ مفلسی اس کے قریب تک نہیں پھٹکتی بلکہ مال و دولت کے چشمے اس کے لئے پھوٹ پڑتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ نے ایک صدری سلوائی اور پھر ایک محتاج کو دیدی۔ اس پر خدا تعالیٰ نے اتنا نوازا اور اس قدر مال و دولت عطا کی کہ آپ پر حج واجب ہو گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ جو بندہ اپنے مولیٰ حقیقی کے لئے جان و مال کی بازی لگاتا ہے وہ اس کا ہو جاتا ہے اور اس کے سارے کام بنا دیتا ہے۔ اور خود اس کی تمام ضرورتوں کا کفیل ہو جاتا ہے +

مکرم قاضی مبارک احمد صاحب ایم۔ اے سابق مبلغ ٹوگو

ٹوگو

اسلام ایک زندہ مذہب ہے اور ہمیشہ زندہ رہنے کے لئے پیدا ہوا ہے۔ گو اس پر مختلف قسم کی دشمنی اور مخالفت کی آندھیاں آئیں اور اس کے خلاف عداوت اور بربریت کے طوفان اُٹھے لیکن خدا تعالیٰ نے اپنے وعدہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ کے مطابق اپنے دستِ قدرت سے اس کی حفاظت کی اور آج تک ادبار و تنزل کے ادوار سے گزرنے کے باوجود اسلام ترقی اور نشو و نما کے راستہ پر گامزن نظر آتا ہے۔
افریقہ وہ علاقہ ہے جہاں کی اکثریت مسلمانوں کی ہے۔ آج افریقہ بیدار ہو رہا ہے اور اس کے ساتھ ہی افریقہ کے مسلمان بھی لیکن انہیں راہنمائی کی ضرورت ہے۔ اسی راہنمائی کے لئے احمدیت معرضِ وجود میں آئی ہے۔
چونکہ احمدیت کا براعظم افریقہ سے بہت گہرا تعلق ہے جہاں اسلام اور دشمنانِ اسلام کے درمیان ایک بہت بڑی جنگ لڑی جا رہی ہے اور جہاں اسلام کی کامیابی باقی دنیا پر گہرا اثر ڈالنے والی ہے اسلئے ہمارا افریقہ کے حالات سے واقف ہونا نہایت اہم اور ضروری ہے۔ اسی سلسلہ میں ٹوگو کے کچھ حالات پیش کئے جا رہے ہیں۔　　(ادارہ)

ٹوگو مغربی افریقہ میں ایک سابقہ فرانسیسی نو آبادی ہے جو ساحل سمندر سے شروع ہو کر صحرائے اعظم کی طرف ۴۰۰ میل تک ایک پٹی کی شکل میں اندر کو چلی جاتی ہے۔ اسکی کم از کم چوڑائی (شرقاً۔ غرباً) تینتیس میل ہے اور زیادہ سے زیادہ چھپن میل۔ اس کے مغرب میں غانا، مشرق میں داہومی اور شمال میں اپر وولٹا واقع ہیں۔ داہومی اور اپر وولٹا سابق فرانسیسی نو آبادیات ہیں، غانا سابق برطانوی نو آبادی۔ سب اس وقت آزاد حکومتیں ہیں۔

ٹوگو ۱۹۶۰ء میں فرانسیسی اقتدار سے آزاد ہوا تھا اب وہاں آزاد قومی حکومت ہے جس کے صدر "نکولس کرونڈ ٹی" ہیں یہ رومن کیتھولک مذہب سے تعلق رکھتے ہیں۔ ٹوگو کا دارالخلافہ لومے ہے جس کی آبادی ایک لاکھ کے قریب ہے۔ لومے ہوائی اور بحری بندرگاہ بھی ہے۔

رقبہ و آبادی:۔ ٹوگو کا رقبہ تیئیس ہزار مربع میل کے لگ بھگ ہے اور آبادی بیس لاکھ کے قریب نفوس پر مشتمل۔ (موجودہ پیدائش کے تناسب کے لحاظ سے ۱۹۹۰ء تک اس کی آبادی تیس لاکھ تک ہو جانے کا اندازہ ہے) ان میں تین لاکھ کے قریب عیسائی ہیں جن میں اکثریت رومن کیتھولک عیسائیوں کی ہے مسلمانوں کی تعداد کا صحیح اندازہ نہیں ہے خیال یہی ہے کہ مسلمان دو لاکھ سے اُوپر ہی ہیں اور مالکی مذہب کے پابند ہیں مسلمانوں کی اکثریت شمالی اور وسطی ٹوگو میں ہے جبکہ ساحلی علاقوں میں عیسائیوں کی کثرت ہے۔ ان کے علاوہ باقی آبادی افریقن مذاہب کی پابند ہے جن میں مختلف قسم کی عبادات، رسوم اور عادات پائی جاتی ہیں۔ یہاں خدا کو

وہ بھی مانتے ہیں لیکن مختلف ناموں اور طریقوں سے۔ صرف "ایوے" (EVE) قبیلہ چھ سو خداؤں کو ماننے والا ہے جن میں زمین و آسمان کا خالق "لیسا" (LISSA) کہلاتا ہے اور اس کی بیوی "ماؤو" (Mahou) یہ ان کا سب سے بڑا خدا ہے۔ بت پرستی بھی خاصی پھیلی ہوئی ہے۔ اسلام کی طرف رجحان عام پایا جاتا ہے۔ اسلام کو ٹوگو میں "جادو کا مذہب" (Magic Religion) تصور کیا جاتا ہے۔

ٹوگو میں زیادہ سے زیادہ اونچے پہاڑ ڈیڑھ ہزار فٹ سے کچھ ہی بلند ہیں۔ بارش کافی ہوتی ہے اسلئے زمین اکثر سرسبز و شاداب ہے۔ شمالی علاقہ کا موسم Tropical ہے۔ بارشیں مارچ کے آخر سے شروع ہو کر اکتوبر کے آخر تک چلتی ہیں۔ جنوبی علاقہ یعنی ساحلی علاقہ کی آب و ہوا sub Equatorial ہے۔ بارشوں کے دو موسم ہیں پہلا مارچ کے آخر سے جون کے آخر تک اور دوسرا ستمبر سے نومبر تک چلتا ہے۔ ان کے درمیان دو خشک موسم ہیں۔ شمالی علاقہ میں بارش زیادہ سے زیادہ ۴۲ انچ ہے وسطی علاقہ میں ۵۷ انچ اور جنوبی علاقے یعنی ساحل سمندر کے قریب ۳۱ انچ۔ دارالخلافہ میں بارش ۳۱ انچ ناپی گئی ہے

بڑے بڑے شہر اور ان کی آبادی یہ ہے:۔

۱۔ دارالخلافہ لومے - نوّے ہزار
۲۔ سوکوڈے - انیس ہزار
۳۔ پالیمے - تیرہ ہزار
۴۔ انیچو - بارہ ہزار
۵ اکپامے - دس ہزار
۶۔ جیپوی اے - دس ہزار
۷۔ باساری - دس ہزار
۸۔ مانگو - آٹھ ہزار
۹۔ تابلیگبو - ساڑھے چھ ہزار
۱۰۔ بافیلو - چھ ہزار

شمالی علاقوں میں مسلمانوں کی آبادی زیادہ ہے۔ خاص طور پر سوکوڈے مسلمان آبادی کا مرکز ہے۔ اس سے اوپر لاماکارا۔ ڈاپانگو۔ بافیلو۔ مانگو۔ باساری وغیرہ شہروں میں اکثریت مسلمانوں کی ہے۔ یہ سب مسلمان مختلف قبائل سے تعلق رکھتے ہیں۔ سب قبائل کی اپنی اپنی زبان ہے لیکن مسلمانوں میں جو زبان زبان مشترک کے طور پر مستعمل ہے وہ ہاؤسا زبان ہے۔ ہاؤسا خالص مسلمانوں کا ایک قبیلہ ہے۔ بڑے متعصب ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ اسلام صرف وہی سکھانے کے قابل ہیں۔ مادی تعلیم سے بہت دور رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حکومتی اداروں میں کوئی ہاؤسا کم ہی دیکھنے میں آتا ہے۔ تجارت پیشہ ہیں۔ ہر جگہ پر اپنی الگ آبادی قائم کر لیتے ہیں جسے عموماً "زونگو" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ لومے میں بھی ایک زونگو موجود ہے۔

ہاؤسا زبان مغربی افریقہ کے شمالی علاقوں میں عام مستعمل ہے۔ نائیجیریا سے لیکر گیمبیا تک کے شمالی علاقوں میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔

مالی لحاظ سے مسلمان عام طور پر بہت کمزور ہیں۔ کیونکہ تجارت پر یورپین تاجروں اور فرموں کا قبضہ ہے اور حکومتی اداروں اور عہدوں پر عیسائیوں کا۔ مسلمانوں میں سے کوتو کوئی قبیلہ کے لوگ شاذ شاذ دکھائی دیتے ہیں۔ وہاں کے وزیر داخلہ (جو حلقہ بگوش احمدیت بھی ہو چکے

ہیں) اور قومی اسمبلی کے نائب صدر مسلمان ہیں۔ سابقہ حکومت میں وزیر زراعت ہی اکیلے مسلمان تھے۔ وہ بھی حلقہ بگوش احمدیت ہو چکے ہیں۔ ویسے حکومتی عہدوں پر مسلمانوں کی تعداد بہت ہی کم ہے۔

ریلیں اور سڑکیں:- ٹوگو میں صرف ایک ہی پختہ لمبی سڑک ہے جو شمالاً جنوباً پانسو میل کے قریب ہے اس کا ڈیڑھ سو میل کے قریب حصہ جو سوکوڈے تک ہے بہت اچھا ہے۔ اس کے بعد کا حصہ نسبتاً خراب ہے گو آمد و رفت ممکن ہے البتہ بارشوں کے موسم میں بعض جگہوں کے ٹوٹنے سے سفر ممکن نہیں رہتا۔

لومے سے ساحلِ سمندر کے ساتھ ساتھ ایک پختہ سڑک ڈاہومی کی حدود تک جاتی ہے جو پینتیس میل کے قریب لمبی ہے اور بہت اچھی سڑک ہے۔ اس کے علاوہ سب سڑکیں کچی ہیں۔ لومے سے بلیٹا تک ۱۵۰ میل۔ لومے سے انیحو تک ۲۵ میل اور لومے سے پالیمے تک ۶۰ میل ریل بھی چلتی ہے۔

ٹوگو میں فرانک بطور سکہ استعمال ہوتا ہے۔ ۶۹۰ فرانکس کا ایک پونڈ بنتا ہے۔ ایک فرانک قریباً پاکستانی دو چھوٹے پیسوں کے برابر ہوتا ہے۔ ایک، دو، پانچ، دس اور پچیس کے سکے ہیں۔ پچاس، سَو، پانچسو، ہزار، پانچ ہزار اور دس ہزار کے کاغذی نوٹ ہیں۔ اعشاری نظام رائج ہے۔ وزن میں بھی اعشاری نظام ہے۔ گرام اور کلو گرام استعمال ہوتے ہیں۔ ایک کلو گرام ایک سیر کے برابر ہے۔

لوگوں کی عام خوراک کسادا، یام، شکر قندی۔ پلانٹین۔ مچھلی۔ گوشت اور سُرخ تیل ہے۔ ویسے تمام اشیاء دستیاب ہو جاتی ہیں کیونکہ ہر قسم کی اشیاء درآمد کی جاتی ہیں۔ آب و ہوا عام طور پر گرم مرطوب ہے۔ کم از کم درجۂ حرارت ۷۵ اور زیادہ سے زیادہ ۹۵ تک جاتا ہے۔

گورنمنٹ انجنیئرنگ سکول۔ رسول (بقیہ صفحہ ۳۴)

طالبعلم سالِ اوّل مجلس کی قیادت سرانجام دے رہے ہیں۔

کارگزاری:- مجلس مرکزی لائحہ عمل کو عمل میں لانے کیلئے ہر وقت کوشاں رہتی ہے اور ضلعی پروگراموں میں پوری طرح تعاون کرتی ہے۔ خدام پُر امن طریق سے اپنے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔ مجلس خاص طور پر خدام کی تربیت اور دوسرے طلباء کو ہڑتالوں وغیرہ سے باز رکھنے میں کوشاں رہتی ہے اور خدام کو اپنے ذاتی تعلقات اور مختلف ذرائع سے سب طلباء کو پابند قانون بنانے کی تلقین کرتی ہے۔ یہ مجلس اپنی کارگزاری کے لحاظ سے ضلع گجرات کی مجالس میں بہت اچھے مقام پر ہے۔ مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ ضلع گجرات کے کام میں اس مجلس کے ممبران کی مساعی قابلِ قدر ہیں۔

ضروری گزارش:- وہ احباب جن کے عزیز یا رشتہ دار امسال انجنیئرنگ سکول رسول میں داخلہ لینا چاہتے ہوں اُنکے ایڈریس سے مطلع کر دیں تاکہ انکو داخلہ کے وقت ابتدائی مشکلات سے محفوظ رکھا جا سکے۔ مزید معلومات کے لئے مندرجہ ذیل پتہ پر خط لکھیں

۱- ۱۵ر جولائی تک ـــ مبارک احمد صاحب شاہد رول نمبر ۷۹۹
کمرہ نمبر ۱۱ ایسٹ ہوسٹل انجنیئرنگ سکول رسول۔

۲- جولائی کے بعد ـــ مبارک احمد صاحب شاہد C/o
محمد افضل طاہر دارالنصر غربی ربوہ

گورنمنٹ انجنیرنگ سکول ۔ رسول

(محمد افضل طاہر)

ہمارے ترقی کرتے ہوئے ملک میں ایسے اشخاص کی بہت ضرورت تھی جو انجنیرنگ کے مختلف منصوبوں کے کام کی نگرانی کر سکیں اور کام کو عملی شکل دینے والے طبقہ (مستری وغیرہ) کی ہر رنگ میں رہنمائی کر سکیں۔ اِس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے ہماری حکومت نے بعض ایسے ادارے قائم کئے جہاں قلیل عرصہ میں طلباء کو انجنیرنگ کی تھیوری اور پریکٹیکل میں کافی مہارت حاصل ہو جائے اور وہ حکومت کے مقصد کو پایۂ تکمیل تک پہنچا سکیں۔ ان اداروں میں سے ایک نامور ادارہ "گورنمنٹ انجنیرنگ سکول ۔ رسول" ہے ذیل میں اِس ادارہ کے بارہ میں مختصر امور درج کئے جاتے ہیں تاکہ ہمارے نوجوان جو اِس ادارہ میں داخل ہونے کی خواہش رکھتے ہوں ان معلومات سے فائدہ اٹھا سکیں۔

ڈپلومہ (سرٹیفکیٹ):۔ گورنمنٹ انجنیرنگ سکول رسول میں سول انجنیرنگ کا تین سالہ ڈپلومہ کورس ہوتا ہے۔ یہاں سے تعلیم یافتہ انجنیروں کو ہمارے ملک میں عموماً "اوورسیر" کے نام سے پکارا جاتا ہے اور گورنمنٹ کے سکیل کے مطابق ایک اوورسیر کی تنخواہ کا گریڈ ——— (۱۷۵+۱۵-۳۵۰+۲۰-۴۵۰) ہے

رہائش:۔ انجنیرنگ سکول رسول ایک رہائشی درسگاہ ہے جس میں ہر طالب علم کو ہوسٹل میں رہنا پڑتا ہے۔ سکول میں دو بڑے ہوسٹل ہیں جن میں تقریباً چھ سو طلباء کی رہائش کے انتظامات ہیں۔

تعارف:۔ یہ سکول ۱۹۱۲ء میں قائم ہوا۔ اور اِس وقت کافی ترقی کر چکا ہے اور اپنی نوعیت کے اداروں میں سب سے بہتر ادارہ ہے۔ کافی پرانا ادارہ ہونے کی وجہ سے بہت اچھا انتظام ہے۔ لیبارٹریز اور ورکشاپس ضرورت کے ہر سامان سے آراستہ ہیں ایک مارکیٹ ہے جس میں ضرورت کی ہر چیز دستیاب ہو سکتی ہے۔ ٹیوب ویل کے ذریعہ پانی مہیا کیا جاتا ہے اور سارے سکول میں فلش سسٹم ہے۔ ایک ڈسپنسری موجود ہے جس میں ایک ایم۔ بی بی۔ ایس ڈاکٹر کام کرتا ہے سکول کا رقبہ ۱۲۰۰ ایکڑ کے قریب ہے اور گھنے درختوں، خوشنما سبزہ اور خوبصورت نواحی نظارہ نے جگہ کو قابلِ دید بنا دیا ہے۔

محلِ وقوع:۔ یہ ادارہ رسول کے مقام پر ضلع گجرات میں واقع ہے۔ منڈی بہاؤالدین ریلوے سٹیشن سے ۹ میل اور لوئر جہلم کینال ہیڈ ورکس اور رسول پاور ہاؤس سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے اور آمد و رفت کا انتظام بس اور ٹرالی (ٹھیلا) کے ذریعہ کیا گیا ہے۔ سکول کھاریاں اور جہلم کے ساتھ بھی پختہ سڑک کے ذریعہ ملحق ہے۔

داخلہ:۔ ہر سال دو سو دس (۲۱۰) طلباء داخل کئے جاتے ہیں جن میں سے ۱۶۸ کے قریب مغربی پاکستان

کی نشستوں پر داخل ہوتے ہیں اور باقی نشستیں پسماندہ علاقہ جات کے طلباء اور اساتذہ کے لواحقین کے لئے مخصوص ہیں۔ داخلہ عمر کی قید سے مستثنیٰ ہے اور طلباء کی قابلیت کے لحاظ سے داخل کیا جاتا ہے اور قابلیت کے معیار بالترتیب ہیں:-

۱۔ ایف۔ ایس۔ سی (نان میڈیکل گروپ) فرسٹ ڈویژن (میٹرک میں ڈرائنگ لازمی)

۲۔ ایف۔ ایس۔ سی (میڈیکل گروپ) اور ایف۔ اے فرسٹ ڈویژن میٹرک میں (F.S.C ، F.S.C) کے لئے ڈرائنگ اور حساب لازمی ہے اور آرٹس والوں کے لئے ریاضی سائنس اور ڈرائنگ پڑھی ہونی لازمی ہے۔

۳۔ معیار نمبر ۱ (سیکنڈ ڈویژن)

۴۔ معیار نمبر ۲ (سیکنڈ ڈویژن)

۵۔ میٹرک فرسٹ ڈویژن ریاضی سائنس اور ڈرائنگ کے ساتھ۔

۶۔ معیار نمبر ۱ (تھرڈ ڈویژن)

۷۔ معیار نمبر ۲ "

۸۔ معیار نمبر ۵ سیکنڈ ڈویژن

۹۔ ٹیکنیکل ہائی سکول کے میٹرک کے طلباء جنہوں نے انڈسٹریل آرٹس کے ساتھ امتحان پاس کیا ہو۔ وہ اوپر والے معیار نمبر ۵ اور نمبر ۸ کے میٹرک طلباء سے ترجیح دیئے جائیں گے بشرطیکہ انہوں نے لازمی مضامین کے علاوہ جیومیٹریکل اور ٹیکنیکل ڈرائنگ اور اختیاری مضامین ووڈ ورک (WOOD WORK) اور بلڈنگ کنسٹرکشن (BOILDING CONSTROCTION) میں سے ایک مضمون ضرور پڑھا ہو۔

(نوٹ) ۱۔ میٹرک تھرڈ ڈویژن اور آرٹس کے ساتھ میٹرک کرنے والے طلباء درخواست دینے کے مجاز نہیں۔

۲۔ دو تین سال سے تجربہ میں آرہا ہے کہ طلباء کی تعداد میٹرک فرسٹ ڈویژن کے معیار پر ہی پوری ہو جاتی ہے۔

۳۔ داخلہ کے لئے پراسپکٹس اور فارم داخلہ جو کہ پراسپکٹس کے اندر چسپاں ہوتے ہیں "گورنمنٹ بک ڈپو لاہور" سے ملتے ہیں۔ اور درخواستیں عموماً جولائی میں بھیجی جاتی ہیں۔

اخراجات:- یہاں پر سکول کے تمام اخراجات سال کے شروع میں داخلہ کے وقت ہی لے لئے جاتے ہیں۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے:-

سال اول۔	چار صد روپے	۴۰۰/-
سال دوم۔	تین صد روپے	۳۰۰/-
سال سوم	تین صد روپے	۳۰۰/-

سال اول کے خرچ میں سکول یونیفارم کا خرچ بھی شامل ہوتا ہے جو کہ تینوں سالوں کے لئے ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ ہر سال کے خرچ میں سکول فیس، ہوسٹل، بجلی، پانی، ٹرالی، نوکروں اور سیر و تفریح کا خرچ شامل ہوتے ہیں۔ مسجد فنڈ، میگزین فنڈ اور ڈیبیٹنگ سوسائٹی فنڈ بھی اس میں شامل ہیں۔

اس کے علاوہ کھانے اور دیگر ضروریات کا خرچ ہے

ہے۔ کھانے کے لئے (MESS) میں تقریباً ۲۵/۰ روپے ماہوار خرچ ہوتا ہے اور دوسری ضروریات کو ملا کر ساٹھ اور ستر روپے کے درمیان ماہوار خرچ ہو جاتا ہے۔

ایک عام اندازہ لگایا گیا ہے کہ یہاں ایک طالبعلم کا تین سال کا کُل خرچ تقریباً تین ہزار روپے ہوتا ہے۔

وظائف و قرضہ حسنہ

وظائف:۔ ہر سال ہر کلاس میں سے قابلیت کے لحاظ سے پہلے دس فیصد طلباء کو گورنمنٹ کی طرف سے ۴۰/۰ روپے ماہوار جمع ۱۰/۰ روپے وظیفہ ملتا ہے۔ فوجی والدین کے بچوں کو بھی (P.W.S.R Fund) میں سے وظیفہ مل سکتا ہے۔

قرضہ حسنہ: سکول میں ایک ڈیوٹی سوسائٹی قائم ہے جو مستحق طلباء کو قرضہ حسنہ دیتی ہے جو کہ کورس ختم ہونے کے بعد آہستہ آہستہ آسان قسطوں پر واپس کیا جاتا ہے۔

امتحانات:۔ سال میں دو امتحانات ہوتے ہیں اور ایک نصف سالہ امتحان (SEMESTER EXAMI) تقریباً اٹھارہ ہفتوں کے بعد ہوتا ہے۔ امتحان کا طریق یہ ہے کہ ساٹھ فیصد نمبر سیشنل ورک (SESSIONAL WORK) کے ہوتے ہیں اور چالیس فیصد نمبروں کا فائنل امتحان آخر میں ہوتا ہے اور ہر دو حصوں میں علیحدہ علیحدہ پاس ہونا پڑتا ہے۔ ہر سال کا نتیجہ دونوں نصف سالہ امتحانوں کو ملا کر نکلتا ہے۔

ہر سمیسٹر (SEMESTER) میں سو نمبر جنرل فٹنس (GENERAL FITNESS) کے لئے مخصوص ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

کھیلوں میں حاضری	۲۵ نمبر
پی۔ ٹی (P.T) اور عام صحت جسمانی	۲۵ نمبر
چال چلن (CONDUCT)	۵۰ نمبر

کنڈکٹ مارکس (CONDUCT MARKS) کسی خلاف قانون حرکت کرنے پر کٹ سکتے ہیں۔ اور اگر کسی طالب علم کے پورے پچاس نمبر کٹ جائیں تو وہ خود بخود سکول سے خارج ہو جاتا ہے۔

تینوں کلاسوں کے امتحانات ٹیکنیکل بورڈ کی طرف سے ہوتے ہیں۔

سکول یونیفارم:۔ سکول میں خاکی یونیفارم پہنی جاتی ہے اور کھیلوں اور پی۔ ٹی کے وقت ملیشیا کی یونیفارم ہوتی ہے۔ سردیوں میں خاکی جرسی استعمال کی جاتی ہے۔ یہ یونیفارم سکول کی طرف سے مہیا کی جاتی ہے جس کا خرچ داخلہ کے ساتھ لے لیا جاتا ہے۔

صحت جسمانی:۔ سکول میں کھیلوں کیلئے گراؤنڈز اور سامان اسقدر موجود ہے کہ تمام طلباء بیک وقت ضرور کوئی نہ کوئی کھیل کھیل سکتے ہیں۔ پی۔ ٹی صبح روزانہ ہوتی ہے کھیلوں اور پی ٹی میں باقاعدہ حاضری ہوتی ہے۔ غیر حاضری کی صورت میں اُن نمبروں پر بُرا اثر پڑتا ہے جو کہ کھیلوں اور پی ٹی کیلئے مخصوص ہیں۔ ویسے یہاں پر عملی کام بھی کافی محنت طلب ہوتا ہے اسلئے طلباء کی صحت کا معیار اچھا ہوتا ہے۔

مجلس خدام الاحمدیہ انجنیئرنگ سکول رسول

تعارف:۔ انجنیئرنگ سکول رسول میں مجلس خدام الاحمدیہ ۱۹۶۳ء میں قائم ہوئی۔ بجٹ ۱۹۶۳-۶۴ء میں خاکسار (محمد فضل طاہر) کو اس مجلس کی قیادت کا موقع ملا۔ اسوقت برادرم مبارک احمد شاہد

(۳۰۲۴۱)

سبق آموز واقعات

۱- بدظنّی سے بچو!

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی ایک تقریر میں ایک نہایت سبق آموز واقعہ بیان فرمایا ہے۔ فرمایا "کتابوں میں میں نے پڑھا ہے کہ ایک بزرگ اہل اللہ تھے۔ انہوں نے ایک دفعہ عہد کیا کہ میں اپنے آپ کو کسی سے اچھا نہ سمجھوں گا۔ ایک دفعہ ایک دریا کے کنارے پہنچے۔ (دیکھا) کہ ایک شخص ایک جوان عورت کے ساتھ کنارے پر بیٹھا روٹیاں کھا رہا ہے اور ایک بوتل پاس ہے اس میں سے گلاس بھر بھر کر پی رہا ہے۔ اُن کو دُور سے دیکھ کر اس نے کہا کہ میں نے عہد تو کیا ہے کہ اپنے کو کسی سے اچھا نہ خیال کروں گا۔ مگر ان دونوں سے تو میں اچھا ہی ہوں۔ اتنے میں زور سے ہوا چلی اور دریا میں طوفان آیا۔ ایک کشتی آرہی تھی وہ غرق ہوگئی۔ وہ مرد جو کہ عورت کے ساتھ روٹی کھا رہا تھا اُٹھا اور غوطہ لگا کے چھ آدمیوں کو نکال لایا اور اُن کی جان بچ گئی۔ پھر اُس نے اس بزرگ کو مخاطب کر کے کہا کہ تم اپنے آپ کو مجھ سے اچھا خیال کرتے ہو میں نے تو چھ کی جان بچائی اب ایک باقی ہے اُسے تم نکالو۔ یہ سُن کر وہ حیران ہوا اور اُس سے پُوچھا کہ تم نے یہ میرا ضمیر کیسے پڑھ لیا اور یہ معاملہ کیا ہے؟ تب اُس جوان نے بتلایا کہ اس بوتل میں اسی دریا کا پانی ہے شراب نہیں۔ اور یہ عورت میری ماں ہے اور میں ایک ہی اس کی اولاد ہوں۔ قویٰ اس کے بڑے مضبوط ہیں اسلئے جوان نظر آتی ہے۔ خدا نے مجھے مامور کیا تھا کہ میں اس طرح کروں تاکہ تجھے سبق حاصل ہو۔" (ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام حصہ چہارم)

(مرسلہ شعبہ تربیت و اصلاح خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

۲- خدائی قدرت کا ظہور

دورانِ قیامِ امریکہ میں جو خطوط حضرت مفتی صاحبؓ الفضل کو اشاعت کے لئے بھیجا کرتے تھے ان میں سے ایک میں (جو ۱۵ر فروری سنہ ۱۹۲۳ء کے پرچہ میں شائع ہوا) مفتی صاحبؓ نے ایک مزیدار لطیفہ لکھا ہے۔ فرماتے ہیں:-

"کرسمس پر یہاں ڈاک کی بہت کثرت ہوتی ہے اور ڈاکخانوں میں آدمیوں کی بہت بھیڑ بھاڑ رہتی ہے۔ گزشتہ کرسمس کے موقع پر ایک لیڈی شہر کلیولینڈ (Cleve land) کے ڈاکخانہ میں ایک پارسل کو پوسٹ کرانے کے لئے گئی۔ ایک چھوٹا سا بچہ اس کی گود

میں تھا اور پارسل کی کھڑکی کے پاس لوگوں کا بڑا انبوہ جمع تھا اس نے چھوٹے بچے کو ہجوم سے بچانے کے لئے پارسلوں کے ایک ڈھیر پر لٹا دیا جو ڈاکخانہ کی ایک گاڑی پر لدا ہوا تھا اور خود پارسل پوسٹ کرانے لگی۔ جب کرا چکی اور بچہ کو دیکھا تو وہ بچہ تھا نہ پارسلوں کا ڈھیر۔ بیچاری بڑی پریشان ہوئی کہ یہ کیا ہو گیا اور میرا بچہ کہاں گیا۔ ادھر اُدھر بہت بھاگی دوڑی مگر بچہ کا نشان نہ ملا۔

اس واقعہ کے تین گھنٹے کے بعد جس کمرہ میں ڈاک کے تھیلے تھے اس میں ایک تھیلے میں سے ایک بچے کے رونے کی آواز آئی۔ کلرک نے گھبرا کر تھیلے کو کھولا تو اس میں سے ایک جیتا جاگتا صحیح سلامت بچہ نکل آیا۔

واقعہ یہ ہوا کہ اِدھر تو ماں بچہ کو پارسل کے ڈھیر پر لٹا کر پارسل کرانے کے لئے ڈاکخانہ کی کھڑکی پر گئی اور اُدھر ڈاکخانہ کے ملازمین اس گاڑی کو جس پر ڈاک کے پارسل لدے ہوئے تھے اور جن پر بچہ سویا پڑا تھا کھینچ کر اندر لے گئے بچہ ان کی نظر نہ پڑا۔ انہوں نے تمام پارسل جلدی سے تھیلوں میں اُلٹ دیئے اور اُن کا منہ بند کر کے کمرہ میں ڈال دیا اور اپنے اپنے کام میں مصروف ہو گئے۔ اسی اُلٹنے میں وہ بچہ بھی ایک تھیلے میں چلا گیا اور بند ہو گیا۔ جب تھیلے میں بچے کا دم گھٹا اور اس کی آنکھ کھلی اور اس نے رونا شروع کیا جب پتہ چلا اور اُسے تھیلے سے نکالا گیا۔

سچ ہے "جسے اللہ رکھے اُسے کون چکھے"۔

امریکہ ہی کا ایک واقعہ میں نے عرصہ ہوا کسی اخبار میں پڑھا تھا کہ نیویارک میں ایک ڈاکیہ ڈاک تقسیم کرتا ہوا ایک گلی سے گزر رہا تھا کہ ناگہاں اس نے دیکھا کہ ایک پنج منزلہ مکان کی اُوپر کی منزل سے ایک چھوٹا سا بچہ نیچے گرا۔ سوچنے کا وقت قطعاً نہ تھا ڈاکیہ نے بغیر ایک سیکنڈ کے وقفہ کے ڈاک زمین پر پھینک دی اور ڈاک کا خالی تھیلا کھول کر بڑی سرعت کیساتھ آگے بڑھا اور عین اس جگہ آ کر کھڑا ہو گیا جہاں بچے کو گرنا تھا۔ اتنے میں بچہ زمین تک پہنچ چکا تھا۔ ڈاکیہ پہلے ہی تیار کھڑا تھا بچہ سیدھا اس کے تھیلے میں گرا اور اُسے خراش تک بھی نہ آئی۔

اس کے بالمقابل میں نے تھوڑے دن بعد ایک اخبار میں پڑھا کہ جہاز لندن سے ہندوستان آ رہا تھا جب عدن سے گزر گیا تو ایک انگریز جو فرسٹ کلاس کا مسافر تھا عرشہ جہاز پر کھڑا سمندر کی سیر سے لطف اُٹھا رہا تھا کہ اچانک اس کا پاؤں پھسلا اور وہ نیچے گرا۔ ایک بہت بڑی مچھلی منہ کھولے سمندر میں کھڑی تھی انگریز سیدھا اس کے منہ میں گیا مچھلی نے اپنا شکار پا کر منہ بند کر لیا اور اطمینان کے ساتھ سمندر میں غوطہ لگا کر غائب ہو گئی۔ جہاز فوراً ٹھہر گیا۔ انگریز کے جن ساتھیوں نے یہ رُوح فرسا نظارہ دیکھا تھا انہوں نے کشتیوں میں بیٹھ کر بہت تلاش کیا مگر بے سُود۔

۳۔ صداقتِ احمدیت

ہمارے آبائی گاؤں کرتو میں احمدیت کی بنیاد

رکھنے کا سہرا جناب چوہدری اعظم علی صاحب ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کے سر ہے۔ آپ کی ابتداء میں بہت سخت مخالفت ہوئی۔

ایک دفعہ غیر احمدیوں نے ایک بہت بڑا جلسہ منعقد کیا۔ کئی ایک عالم بھی منگوائے گئے۔ انہوں نے بہت جوشیلی تقاریر کیں۔ آخر میں ایک مولانا اٹھے اور کہنے لگے "اے مسلمانو! اگر روزِ محشر میں سوال کرے گا کہ تم نے مرزا صاحب کو قبول کیوں نہ کیا تو خدا تعالیٰ کو میں جواب دوں گا۔ اس معاملہ میں آپ کو کوئی گرفت نہ ہوگی۔ آپ ان کی باتیں نہ سنیں۔ جب آپ ان کی باتیں ہی نہ سنیں گے تو احمدیت آپ پر اثر کیا کرے گی؟"

یہ سن کر چند ایک سمجھدار اور با اثر افراد اٹھے اور انہوں نے کہا کہ "وہ (احمدی) ہماری باتیں سنتے ہیں اور ہمیں اپنی باتیں سننے کی دعوت دیتے ہیں۔ وہ خود نماز پڑھتے ہیں اور ہمیں نماز پڑھنے کی تلقین کرتے ہیں آپ ہیں کہ سوائے مرزا صاحب کی تکذیب کے اور بات ہی نہیں کرتے۔ آپ کی مخالفت خود مرزا صاحب کی صداقت کی دلیل ہے۔ آج ہم احمدی ہوتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ کون ہمیں روکتا ہے!" یہ کہہ کر وہ چوہدری صاحب کے پاس گئے اور بیعت کر لی۔

(عبدالکریم قدسی۔ نارنگ منڈی)

دفتر سے خط و کتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے تاکہ آپ کو بروقت آپ کے خط کا جواب مل سکے۔ (مینیجر)

نوائے آگہی

(جناب دامن ابا سینی)

جب ہوا پر عقائد کی بنیاد تھی
اب حقائق پر ایمان لانا پڑا!
شوق کو جنتِ آگہی مل گئی
دل سے ہر نقشِ باطل مٹانا پڑا

واقعی علم کے شہر سے دور تھا
جہل کی وادیوں میں بھٹکتا رہا
میں خس و خار و خاشاک چنتا رہا
اور پھولوں سے دامن جھٹکتا رہا

راہِ تحقیق آسان تر تھی، مگر
میرے پاؤں میں زنجیرِ تقلید تھی
اے خوشا! دل میں تفہیم کا ذوق تھا
شاملِ حال مولیٰ کی تائید تھی

میری سعی و جنوں میرے کام آ گئی
للہ الحمد! میں کامراں ہو گیا
آج باطل کی ظلمت نہاں ہو گئی
اور حقیقت کا سورج عیاں ہو گیا

میری خوش قسمتی خضر سے بڑھ گئی
گھر میں اپنے ہی آبِ بقا مل گیا
دولتِ دوسرا کی ضرورت نہیں
مجھ کو مہدی ملا تو خدا مل گیا!!

سوال و جواب

مسائل ـــ اور ـــ مشورے

سوال :- کہا جاتا ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کر دیا گیا تھا اور آپ چیزیں رکھ کر بھول جایا کرتے تھے۔ مہربانی کر کے وضاحت فرمائیے۔ (سید ساجد احمد گجرات)

جواب :- اللہ تعالیٰ کے انبیاء اس بات سے منزہ ہوتے ہیں کہ کوئی شخص اُن پر جادو کر کے اپنا اثر اُن پر ڈال سکے۔ قرآن کریم نے حضور علیہ السلام کے سحر زدہ ہونے کی تردید کی ہے (بنی اسرائیل آیت ۴۸) پس یہ کہنا کہ حضورؐ پر جادو کر دیا گیا تھا قطعاً غلط ہے۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ صرف ایک مرضِ نسیان کا محض عارضی اور وقتی عارضہ تھا جو ایک لازمۂ بشری تھا اور جس سے خدا کے نبی تک مستثنیٰ نہیں جو محض وقتی تفکرات اور پیش آمدہ جسمانی ضعف کے نتیجہ میں آپ کو کچھ وقت کے لئے لاحق ہو گیا تھا اور اس میں آپ بعض دنیوی باتیں جو گھریلو معاملات سے تعلق رکھتی تھیں بھی بھول جاتے۔ جب یہود و منافقین نے دیکھا کہ آپ بیمار ہیں اور آپ کو نسیان کا عارضہ لاحق ہے تو حسبِ عادت فتنہ کی غرض سے یہ مشہور کر دیا کہ ہم نے مسلمانوں کے نبیؐ پر نعوذ باللہ جادو کر دیا ہے اور آپ کا یہ نسیان اسی سحر کا نتیجہ ہے ـــ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت جلد صحت دیکر دشمنوں کا منہ کالا کر دیا اور منافقین کا جھوٹا پروپیگنڈا خاک میں مل گیا۔

اور یہ عارضہ لاحق ہونا شانِ نبوت کے منافی نہیں۔ ایک طرف انبیاء کی حیثیت رسول کی ہوتی ہے اور دوسری طرف انسان اور بشر کی اور بحیثیت انسان بشری لوازمات سے ان کا وجود بھی مستثنیٰ نہیں ہوتا۔

ـــ (بشیر احمد اختر)

سوال :- لوہے کو زنگ سے کیسے محفوظ کیا جا سکتا ہے اور Stainless steel کیسے بنتا ہے۔ (مرزا ظفر احمد دار الصدر غربی ربوہ)

جواب :- لوہے کو زنگ لگنے سے بچانے کیلئے مختلف تدابیر اختیار کی جاتی ہیں۔ ایک تو اس کی ساخت میں ہی ایسی تبدیلیاں کر دی جاتی ہیں کہ اسے کسی حالت میں زنگ نہیں لگ پاتا۔ دوسرے اُس پر ایسے روغن پالش یا پینٹ کر دیئے جاتے ہیں جن سے اس کی بیرونی سطح ڈھک جاتی ہے اور اس طرح زنگ کا خطرہ دُور ہو جاتا ہے۔ یہ دوسرا طریق اگرچہ سہل اور سستا ہے لیکن سو فیصد محفوظ نہیں۔ کیونکہ ذرا کہیں سوراخ رہ گیا یا بعد ازاں بن گیا اور وہیں پر زنگ لگنا شروع ہو گیا۔ بست چڑھی ہوئی چادروں کا یہی حال ہے۔

Stainless Steel سے یہ جو آجکل بازار میں قسما قسم کی اشیاء زنگ نہ لگنے والے فولاد سے بنی ہوئی

ملتی ہیں یہ دراصل خالص لوہا نہیں ہوتا بلکہ فولاد اور دوسرے اجزاء جو اس میں شامل کئے جاتے ہیں اُن کی وجہ سے زنگ لگنے سے محفوظ رہتا ہے۔ اگرچہ اس قسم کے فولاد کو مختلف اشکال دی جا سکتی ہیں تاہم تین بڑی قسمیں مروّج ہیں۔

سادہ ترین قسم فولاد کی، معمولی سی مقدار کاربن کی اور پانچواں حصہ کرومیم کی آمیزش سے تیار ہوتی ہے۔ اس قسم کا فولاد بار برداری کی صنعت اور گھریلو اشیاء کی تیاری میں استعمال کیا جاتا ہے

دوسری قسم کا زنگ سے محفوظ فولاد وہ ہوتا ہے جس کو حرارت کے ایک خاص طریقے سے سخت کر دیا جاتا ہے۔ چونکہ یہ فولاد بہت سخت ہوتا ہے اور اس میں زنگ نہیں لگتا لہٰذا اس کو ایسی اشیاء جن کو تیز دھار کی ضرورت ہوتی ہے۔ مثلاً جرّاحوں کے نشتر، بلیڈ اور چاقو چھری وغیرہ کی تیاری میں استعمال کیا جاتا ہے۔

فولاد کی تیسری قسم AUSTENITIC STEELS آسٹینیٹک سٹیل ہے۔ جس میں اٹھارہ فیصد کرومیم اور آٹھ فیصد نکل شامل ہوتا ہے۔ اس قسم کا فولاد اپنی قسم کا بہترین فولاد ہوتا ہے اور اس میں زنگ سے محفوظ رہنے کی سب سے زیادہ صلاحیت ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس فولاد کی بیرونی سطح پر آئرن آکسائڈ کی ایک ہلکی اور غیر مرئی تہہ چڑھی ہوتی ہے جو اس میں زنگ نہیں لگنے دیتی۔ اگر کسی طرح اس فولاد سے بنی ہوئی چیز کو گزند پہنچ جائے تو یہ تہہ خود بخود اس حصے کو پُر کر دیتی ہے اور اس طرح خراب شدہ حصہ بھی بیرونی حوادث سے محفوظ

صحت و طب

معالج اور مریضوں کیلئے ایک مشورہ

ہمارے مروّجہ طریقِ علاج میں دو ایسی نمایاں خامیاں ہیں جن کا سدِّباب ضروری ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ معالج بالعموم اندھا دھند دواؤں کا استعمال کرواتے ہیں۔ وہ نہ تو مریض کے اپنے مزاج اور اس کے مخصوص حالات کا چنداں خیال کرتے ہیں اور نہ ہی ان دواؤں کے مضر اثرات کی طرف پوری توجہ دیتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان دواؤں کی افادیت کم ہو جاتی ہے اور بسا اوقات نقصان دہ ثابت ہوتی ہیں۔ اور ایک مرض دُور کرتے کرتے دو چار اَور زیادہ خطرناک امراض مریض کو گھیر لیتی ہیں۔

دوسری بڑی خامی یہ ہے کہ یہ طریقِ علاج بے حد مہنگا ہے اور ہمارے ملک کا عام آدمی ان کا ہرگز متحمل نہیں ہو سکتا۔ ہمارے ڈاکٹروں کو بالخصوص اس طرف توجہ دینی چاہیئے۔ سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ نے اس بارہ میں خاص ہدایات دی ہیں، احمدی ڈاکٹروں کو انہیں ہر وقت پیشِ نظر رکھنا چاہیئے۔ حضور فرماتے ہیں:۔

"آمد کا چوتھائی حصہ علاج پر صرف ہو جاتا ہے۔ بس ڈاکٹر اس بات کا عہد کر لیں کہ وہ اپنا سارا زور لگائیں گے کہ ریڈیوں کا کام پیسوں

میں ہو اور جب تک وہ یہ نہ سمجھیں
کہ بغیر قیمتی دوا کے جان کے نقصان
کا احتمال ہے اُس وقت تک
قیمتی ادویات پر خرچ نہ کروائینگے۔
اگر ہماری جماعت کے ڈاکٹر یہ عہد
کرلیں کہ علاج میں ایسے غیر ضروری
مصارف نہیں ہونے دیں گے اور
جماعت کے لوگ یہ کوشش کریں
کہ اپنے طبیبوں سے ہی علاج
کروائیں گے تو پچاس ہزار روپیہ
سالانہ کی بچت ہو سکتی ہے۔
علاج کا خرچ بھی انتا بارِ گراں
ہے کہ یہ بھی ایک تماشہ بنا ہوا ہے
لیکن اگر ڈاکٹر یہ عہد کرلیں کہ وہ اپنے
دماغ پر زور دے کر ایسے نسخے
لکھیں گے جو سستے داموں میں تیار
ہو سکیں اور قیمتی پیٹنٹ ادویہ استعمال
کرا کے نئی نئی دوائیوں کے تجربوں
پر ملک کا روپیہ ضائع نہیں کرائینگے
تو یہ بار بہت ہلکا ہو سکتا ہے۔"
(خطبہ جمعہ ۲۳ نومبر ۱۹۳۴ء بحوالہ
مطالبات تحریک جدید صٓ۳)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالےٰ عنہ
خدا تعالےٰ کے فضل سے بڑے ہی کامیاب معالج
تھے۔ آپ کے طریق علاج میں یہ بات بہت نمایاں
نظر آتی ہے کہ حضورؓ غریبوں کے لئے بہت ہی
سستا نسخہ تجویز فرماتے جو اُس وقت ایک روپیہ
سے زیادہ کا نہیں ہوتا تھا۔ لیکن اس کے باوجود
یہ بہت ہی مفید ثابت ہوتا تھا۔ اِسوقت ضرورت
ہے کہ ہمارے معالج ذاتی منفعت کو بالائے طاق
رکھتے ہوئے محنت اور کوشش سے علاج کے سستے ترین
ذرائع تلاش کریں اور ایک دوسرے کو اور پبلک
کو ان سے متعارف کریں۔ احمدی ڈاکٹر صاحبان
پر اس ضمن میں خصوصی ذمہ داری عاید ہوتی ہے۔
وہ اپنے امام رضی اللہ عنہ کے ارشاد پر عمل درآمد
کرنے کے لئے ایک باقاعدہ مہم کب چلائیں گے؟ +

ماہ جولائی ۱۹۶۶ء ماہنامہ **خالد** ربوہ رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۸۰۰

ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا